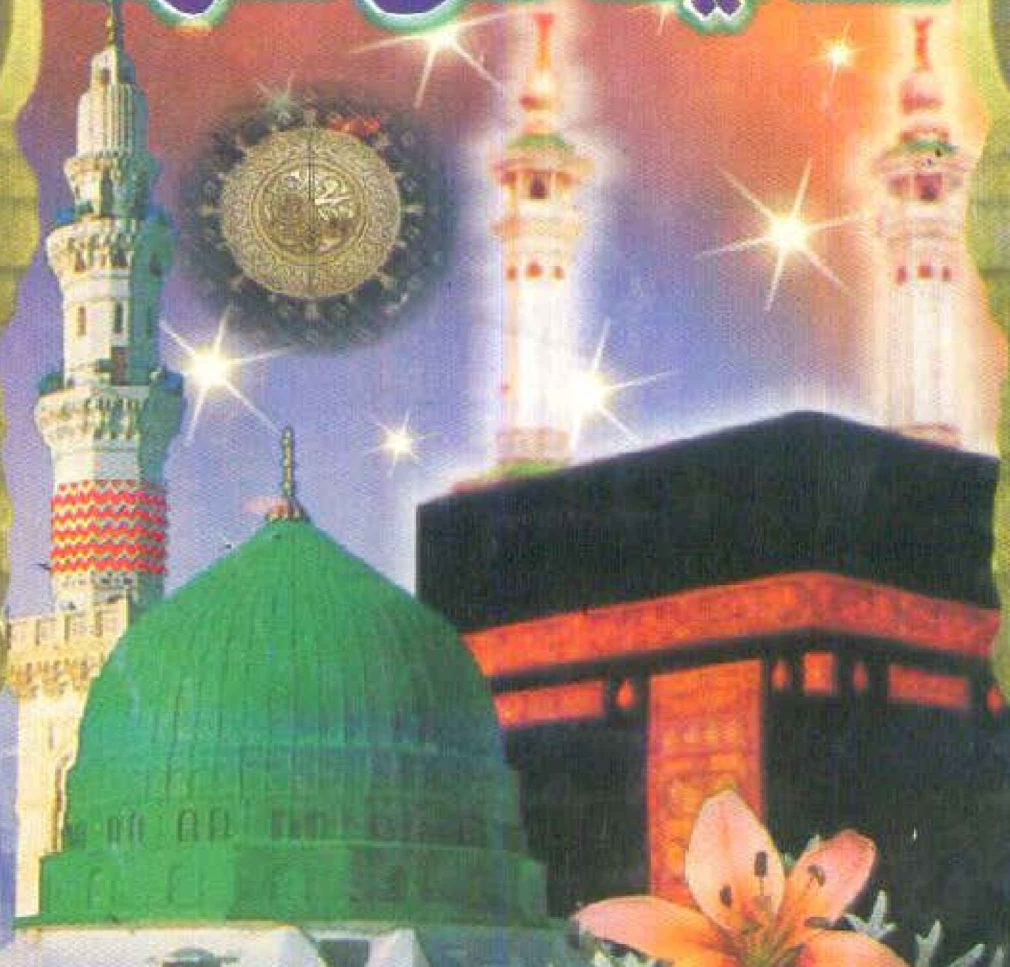
آؤ

حدیث کی طرف



فیض غزالی زماں محقق العصر

ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی

دار السنیۃ خانیوال

0300-7892820







آؤ حدیث کی طرف

فیض غزالی زماں، محقق العصر

ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی

دارالسنیۃ خانیوال

صفدر صابر پرنٹنگ اینڈ کمپوزنگ پوائنٹ خانیوال 0300 7892820

نام کتاب .... آؤ حدیث کی طرف

مصنف .... فیض غزالی زماں، محقق اہل سنت

ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی صاحب

دامت برکاتھم القدسیہ

کمپوزنگ .... محمد شمس الحق قمر، محمد صفدر علی صابر

خانیوال

صفحات 72

ہدیہ ..../25 روپے

ناشر .... دارالسنیۃ خانیوال

0300-7892820

الانتساب

اپنے شیخ کریم

امام اہل سنت علامہ **سید احمد سعید کاظمی** رحمۃ اللہ علیہ

کی وساطت سے

اپنی اس کاوش کا انتساب

نبی کریم رؤف رحیم حضرت **محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم

کے نام کرتا ہوں

جنہوں نے اپنی جمہور امت کو شرک اور گمراہی (بدعت) سے محفوظ قرار دے کر ہم اہل سنت کو مخالفین کے فتوؤں سے محفوظ فرما دیا۔

ورنہ خوارج (اہل توحید ہونے کے مدعیوں) نے تو

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو بھی مشرک قرار دے ڈالا تھا۔

اور مخالفین نے تو

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پر بھی بدعتی کا لیبل لگا ڈالا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفظ وامان میں رکھے۔

ا۔ح۔سعیدی

پیش لفظ

الحمد للّٰہ والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی واله واصحابه اجمعین ۔

''انما الاعمال بالنیات '' اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔حسن نیت سے تو ہر غیر ممنوع اور جائز فعل بھی مستحسن اور کار ثواب بن جاتا ہے اور نیت کی خرابی فرائض کے ثواب سے بھی محروم کرسکتی ہے ۔میری نیت اس مجموعہ کی ترتیب سے فضیلت اربعین کا حصول بھی ہے اور عامۃ المسلمین کا فتنوں سے دفاع بھی ہے بعض لوگوں کا کام عوام کے نظریات اور معمولات کو شرک وبدعت قرار دیتا ہے اس مجموعہ میں ان فتوی برداروں کا دروازہ بند کرنا ہے۔

رسول پاک صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے شرک جلی سے محفوظ ہونے کی پیش گوئی فرمائی ہے۔

وَاللّٰهِ مَااَخَافُ بَعْدِیْ اَنْ تُشْرِکُوْا وَلٰکِنْ اَخَافُ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا

مگر یہ لوگ آپ کی پیش گوئی کی تکذیب کرتے ہوئے جمہور امت کو مشرک کہنے سے باز نہیں آتے اسی طرح حدیث پاک میں ہے کہ مسکوت عنہ فعل کا کرنا نہ کرنا معاف ہے، جائز ہے۔ (مشکوۃ صفحہ ۳۶۷) اس پر بحث نہ کرو (مشکوۃ صفحہ ۳۲) مگر ہمارے یہ مہربان انہی مباح اور مسکوت عنہ افعال کو فرداً فرداً منع کرتے ہیں اور ان پر ہی بحث مباحثہ اور مناظرہ کا چیلنج دیتے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

معاف اور جائز قرار دے کر انہیں موضوع بحث بنانے سے روکا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ یہودی بھی حدیث بیان کرے تو لے لو درانحالیکہ دین میں حرج نہ ہو۔

حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج (بخاری: ۳۴۶۱، مشکوۃ صفحہ ۳۲)

مگر یہ مہربان علمائے امت اور اولیائے کرام کی بیان کردہ احادیث کو بھی قبول نہیں کرتے۔ مختلف احادیث کو یکجا کرنے کا یہ عمل ایسے ہی ہے جیسے کوئی گلدستہ تیار کیا گیا ہو یا جیسے کوئی متعدد قرآنی دعاؤں کو متفرق مقامات سے لے اپنی ایک ہی دعا میں جمع کردے یا جیسے حضرت بلال اپنی تہجد کی نماز میں متفرق قرآنی آیات (پنج آیت کی طرح) ملا کر پڑھتے تھے اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تصویب فرمائی (ابوداؤد حدیث ۱۳۱۶) اس متفرق احادیث کے گلدستہ میں نبوت اور ولایت کے کمالات کا بیان بھی ہے اور نفی شرک بھی ہے اس میں بدعت کا صحیح مفہوم بھی اور بدعت کے بے جا فتووں کا رد بھی ہے اور نماز کے ان چند مسائل کا دفاع بھی ہے جن میں عوام احناف کو صبح وشام چیلنج کئے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ تمام اختلاف روایات والے اور مجتہد فیہ مسائل میں امام مجتہد کے اجتہادی قول پر عمل کرنا خطا ہو یا صواب ہر صورت میں سنگل یا ڈبل ثواب کا باعث ہے۔ (مشکوۃ صفحہ ۳۲۴) مگر غیر مجتہد سے خطا ہو تو اس کے لئے ایسی کوئی خوشخبری نہیں۔ اس لئے مجتہد کی تقلید ہی درست راستہ ہے اور مجتہد کے اجتہادی قول پر بلا مطالبہ دلیل عمل کرنے سے دوہرا یا اکہرا ثواب ملتا ہے۔ دلیل میں از خود غور وفکر کرنا مجتہد کے اجتہاد پر عدم اعتماد ہے اور ممنوع ہے البتہ اطمینان قلبی کے لئے دلیل کا مطالعہ مجتہد کے اجتہاد کو ماننے کے خلاف نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی کو امام مجتہد کے اجتہادی مسئلہ کی دلیل کی معرفت ہونی چاہئے۔

اختلافی (اجتہادی) مسائل میں عام آدمی کا دلائل اوران کے تجزیے سے کیا واسطہ؟ یہ تو تکلیف مالا یطاق ہے۔لہذا عام آدمی کو فیصلہ مجتہد ہی کافی ہے۔

میرے عزیز دوست ڈاکٹر سعید اختر مرحوم (کہروڑپکا) اس مجموعہ پر نظر ثانی کی خواہش رکھتے تھے مگر وہ چھ اکتوبر ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

(انا للّٰہ وانا الیہ راجعون) اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔اب زندگی بے ثبات نظر آتی ہے۔اس لئے

غرض نقشیست کز ما یاد ماند | کہ ہستی رانمے بینم بقائے
گر صاحب دلے روزے برحمت | کند درحق ایں مسکیں دعائے

اگر کسی کو اس مجموعہ سے فائدہ پہنچے تو اس سے درخواست ہے کہ میرے لئے حسن خاتمہ اور مغفرت کی دعا کرے۔

الداعی الی الخیر
الطاف حسین سعیدی

كل امر ذي بال لايبدء فيه بالحمد اقطع

(ابن ماجه حديث ۱۸۹۴ عن ابو هريره مرفوعاً)

ترجمہ : ہر اہم کام جو الحمد للہ کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ ناقص البرکت ہے۔(امام سیوطی نے اسے جامع صغیر میں ابن ماجہ وبیہقی سے لکھ کر حسن کہا ہے)

نوٹ : کنز العمال حدیث ۲۰۵۷ اور جامع صغیر جلد دوم صفحہ ۹۱ میں ایک حدیث بیان کی گئی ہے۔ جس میں حمد و درود کے بعد اہم کام شروع کرنے کا کہا گیا ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے علمائے کرام تقریر سے پہلے عموماً حمد و درود پڑھا کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض مؤذن اذان سے پہلے بھی پڑھتے ہیں۔ نیز برکت کے لئے بسم اللہ کے ساتھ حمد و صلوۃ (فاتحہ و درود) پڑھنے کا ماخذ بھی یہی ہے۔

حدیث نمبر ۲:

ياجابر ان الله خلق قبل الاشياء نور نبيك من نوره

(رواه عبدالرزاق عن جابر مرفوعاً، المولدالروى صفحه ۴۲. ۴۵)

ترجمہ : اے جابر بے شک اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور ظاہر فرمایا (چمکایا) اپنے نور سے۔

نوٹ : مِنْ نُوْرِہٖ کا مِنْ تبعیضیہ نہیں ہے جس طرح ان آیات میں ہے۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ (۲:۹۸) مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (۱۵:۵) رُوْحٌ مِّنْهُ (۱۷۱:۴، ۲۲:۵۸) جَمِيْعًا مِّنْهُ (۱۳:۴۵) حدیث شریف کے مِنْ کو بیانیہ تشریفیہ یا سببیہ وغیرہ کہا گیا ہے۔ مخطوطہ سے طبع کرتے وقت منکرین حدیث ہذا نے "مصنف عبدالرزاق" سے اس حدیث کو خارج

کردیا ہے۔ مگر مصنف عبدالرزاق کا اب 2004ء میں ایک نسخہ افغانستان سے دریافت ہوا ہے۔اس میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المكندر عن جابر .قال : سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اول شئى خلقه الله تعالىٰ ؟ فقال هو نور نبيك ياجابر الخ اور اس روایت سے اوپر والی صحیح روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وكان نورًا كله بل نورامن نورا لله۔

قلم، پانی وغیرہ کے الفاظ بطور استعارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی آتے ہیں جو کہ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (۲۱:۱۰۷) اور ہر طرح اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (۶:۱۳۶) ہیں۔ اسی لئے شیخ محقق نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ اللہ نے سب سے پہلے میرا نور تخلیق فرمایا (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ا) امام غزالی نے لکھا ہے۔ ”یہ حدیث عجیب بہت سے معانی کا مجموعہ ہے اس کا انکار وہی شخص کرے گا جو کمالات نبوت سے واقف نہ ہوگا“ (مجربات امام غزالی صفحہ ۲۲۹)

حدیث نمبر ۳:

كنت نبياو آدم بين الروح والجسد

(كنز العمال حديث نمبر ۳۱۹۱۴،۳۲۱۱۴

عن ابن عباس وغيره ونحوه فى مشكوة صفحه ۵۱۳)

ترجمہ: میرا وجود صفت نبوت سے متصف تھا اس وقت بھی جب آدم علیہ السلام کی روح جسم میں داخل نہیں ہوئی تھی۔

نوٹ: اس کے مثل حدیث ترمذی میں ہے نمبر ۳۲۰۹ ابوالبشر آدم علیہ السلام سے

پہلے آپ کو نبوت ملی ہوئی تھی اعلان عام بعثت کے وقت ہوا۔ یہی بات دوسری روایت میں یوں ہے کہ کنت اول النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث (کنزالعمال حدیث نمبر ۳۲۱۲۳ عن ابوھریرہ مرفوعاً) اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نور تھے اور بشر بعد میں ہوئے۔

حدیث نمبر ۴:

کان عبداللہ من احسن فتی فی قریش فمر بنسوۃ مجتمعات فقالت امراۃ منھن یانساء قریش ایتکن تتزوج ھذا الفتی فتصطاد النور الذی بین عینیہ قال فتزوج امنۃ فحملت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(رواہ البیھقی، المولد الروی صفحہ ۷۳ از ملا علی قاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ قریش کے حسین ترین نوجوان تھے وہ عورتوں کے مجمع پر سے گزرے تو ان میں سے ایک عورت نے کہا اے قریش کی عورتو! تم میں سے کون اس نوجوان سے شادی کر کے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ماتھے پہ چمکنے والا نور حاصل کرے گی؟ راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت آمنہ کا نکاح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے بطن مبارک میں آگئے۔

نوٹ: یہ نور تو آدم علیہ السلام سے لے کر پاک پشتوں اور پاک بطنوں سے ہوتا ہوا یہاں تک آیا۔ اس کی چمک ماتھے میں ظاہر ہوتی تھی اور اس نور کو روح قرار دینا اس لئے غلط ہے کہ روح تو ماں کے پیٹ کے اندر جنین میں اس وقت پھونکی جاتی ہے جب حمل ایک سو بیس دن کا ہو جاتا ہے۔ (البخاری ۳۲۰۸ والمسلم ۶۷۲۳

عن عبداللہ بن مسعود مرفوعاً مشکوۃ صفحہ ۲۰) لہذا نور محمدی کو روح محمدی سمجھنا درست نہیں۔

حدیث نمبر ۵:

انی لست کھیئتکم

(البخاری حدیث ۱۹۶۳ عن ابو سعید مرفوعاً مسلم کتاب الصیام ۵۵)

ترجمہ : میں نہیں ہوں مثل تمہاری بلحاظ ہیئت کے۔

نوٹ : ہیئت جسمانی ساخت کو کہتے ہیں۔ وہ عام انسانوں سے مختلف ہے۔ حضرت عائشہ سے ایک ضعیف حدیث میں یہ فرق یوں آیا ہے کہ بے شک ہم انبیاء کا گروہ ہیں ہمارے جسموں کی نشو ونما اہل جنت کی روحوں کی طرز پر ہوتی ہے (کنز العمال حدیث ۳۵۵۶۰) یعنی انبیائے کرام علیھم السلام کے مبارک بشری اجسام بھی روحانی ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں بھی دلالت موجود ہے کہ رسل ملائکہ کا نزول نوری مخلوق پہ ہوتا ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا

جس سے انبیاء علیھم السلام کا باطنی طور پر نوری وجود ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ ان پر ملک رسول (جبریل امین وغیرہ) کبھی نہ اترتے اس سے بھی باطنی ہیئت کا فرق واضح ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پُرنور بشر ہیں۔

حدیث نمبر ۶:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر

(رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان ان مرسلاً، الخصائص الکبری ۶۸ جلد اول)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے شک سایہ نہیں دیکھا گیا دھوپ یا چاندنی میں۔

نوٹ : حضرت عثمان سے تفسیر مدارک التنزیل میں اور حضرت عبداللہ بن عباس سے مجمع البحار میں یہی مضمون منقول ہے۔ مصنف عبدالرزاق کے افغانی نسخہ میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت یوں موجود ہے۔ **عبدالرزاق عن ابن جریج قال اخبرنی نافع ان ابن عباس قال لم یکن لرسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل۔** علمائے امت ہر دور میں یہی مضمون ادا کرتے چلے آئے ہیں۔ بکثرت حکمتیں بیان کی گئی ہیں مگر برابری کے دعوی داروں نے کوشش کرکے آپ کا تاریک سایہ ڈھونڈ نکالنے کا دعوی کرڈالا ایک روایت میں شدید گرمی کے موسم میں عین دوپہر کے وقت عین مدینہ شریف میں آپ کا اتنا لمبا سایہ ڈھونڈ لیا کہ جس میں ایک اور انسان چھپ جائے۔ حالانکہ اس وقت سایہ صرف قدموں میں ہوتا ہے دور نہیں جاتا ہاں ہمایہ رحمت یا نورانی چمک کو ظل کا نام دیں تو اور بات ہے دوسری روایت میں دوزخ کی آگ میں آپ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم کا ظل دیکھا گیا ہے حالانکہ دوزخ کی آگ کالی رات سے بھی زیادہ تاریک ہے۔ (**سوداء مظلمة**) (ترمذی حدیث نمبر ۲۵۹۱) اندھیرے میں کبھی کسی کو کسی کا تاریک سایہ نظر نہیں آتا۔ ہاں نورانی عکس وچمک کو ظل کا نام دیں تو اور بات ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ **اِذَا ضحِکَ یَتلاَ لا فِی الجُدُرِ** یعنی جب آپ ہنستے تو دیواروں پر نورانی چمک پڑتی تھی۔ (**الشفا صفحہ ۳۹ جلداول ،نشر الطیب** صفحہ ۱۶۰) آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مدینہ شریف تشریف لائے تو مدینہ منورہ روشن اور منور ہوگیا۔ (ترمذی، مشکوۃ صفحہ ۵۴۷)

حدیث نمبر۷ :

اللهم اجعلني نورا

(بخاری فی اد ب المفرد ،بیهقی ، فتح الباری

بحوالہ موضوعات کبری،محقق ملا علی قاری صفحه ۲۸۱)

ترجمه : اے اللہ مجھے بالکل نور کر دے (واجعلني نورا .مسلم حدیث ۱۷۹۴)

نوٹ : آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ نور نہ تھے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو اشیائے خورد ونوش آپ تناول فرماتے تھے وہ بھی نور میں تبدیل ہو جائیں۔ چنانچہ آپ کا پسینہ مبارک اور فضلات مبارکہ خوشبودار تھے. مثنوی مولانا روم میں ہے کہ

ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا　　　واں خورد گردد همه نور خدا

یعنی یہ خوراک کھاتے ہیں تو پلیدی بن کر نکل جاتی ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کھاتے ہیں پیتے ہیں تو سب کچھ اللہ کے فضل سے نور بن جاتا ہے۔ بشریت میں برابری کا دعوی کرنے والے متکبرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پرنور پیشاب مبارک بھی بعض صحابہ سے پینا ثابت ہے۔(خصائص کبری جلد دوم صفحہ ۲۵۲) ابلیس نے آدم علیہ السلام کو صرف بشر اور خا کی دیکھا۔

قَالَ لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ (۱۵:۳۳) کافروں نے انکار کمالات کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو بَشَرٌ مِثْلُنَا وغیرہ کہا (یٰسین:۱۵)

مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں کہ

تاتو می بینی عزیزاں رابشر　　داں کہ میراث ابلیس است ایں نظر

گرنہ فرزند بلیسے اے عنید　　پس بتو میراث آں سگ چوں رسید

یعنی جب تک تو عزت والوں کو محض بشر دیکھے گا جان لے کہ یہ نظر ابلیس کا ورثہ ہے اے ضدی انسان! اگر تو ابلیس کا فرزند نہیں ہے تو اس کتے کی میراث تجھ تک کیسے پہنچ گئی ہے

حدیث نمبر ۸:

ما کنت تقول فی هذا الرجل

(رواہ البخاری عن انس مرفوعاً حدیث ۱۳۳۸ و ۱۳۷۴) مشکوۃ صفحہ ۲۴

ترجمہ: تو کیا کہا کرتا تھا اس مرد کے بارے میں؟ (یعنی حضور ﷺ کے بارے میں)

نوٹ: قبر میں نکیرین کا تیسرا سوال یہی ہوگا جس سے مومن و منافق اور عاشق و گستاخ کا فرق ہو جائے گا۔ حضرت انس کے علاوہ حضرت جابر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت اسماء، حضرت عائشہ اور حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی لفظ هذا منقول ہے (مقام رسول صفحہ ۳۹۸) اور اس لفظ کا حقیقی استعمال محسوس مبصر قریب کے لئے ہوتا ہے۔ بیک وقت مرنے والے تمام حضرات سے علیحدہ علیحدہ بیک وقت یہی سوال ظاہر کرتا ہے کہ آپ ایک ہی وقت میں سب جگہ جلوہ گر ہیں اسی طرح ہر نمازی کا السلام علیک ایها النبی کے الفاظ استعمال کرنا ہے ک واحد مذکر مخاطب کی ضمیر ہے ایھا ندائیہ ہے اور سامنے مان کر یوں ہی سلام کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق جب سارا مال گھر سے لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کی کہ ابقیت لهم الله ورسوله (ترمذی حدیث ۳۶۷۵، ابوداؤد ۱۶۷۸) یعنی گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا

ہوں۔ سامنے بھی رسول اور گھر والوں کے لئے بھی رسول باقی چھوڑ آنا۔ اس سے واضح ہوا کہ مومنوں کے گھر قبریں اور مساجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی جلوہ گاہ ہیں اور نیز ہر مومن کی جان سے بھی آپ زیادہ قریب (اولی) ہیں۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (۶:۳۳) اور ہر مومن کا تزکیہ نفس بھی درجہ بدرجہ آپ فرما رہے ہیں وَّاٰخَرِیْنَ مِنْہُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِہِمْ (۶۲:۳) رہ گئی آپ کے نور کی عمومی جلوہ گری اور اس کا ظہور تو اوپر مذکور حدیث جابر میں وہ تفصیل سے بیان ہے جو ہم نے اختصاراً چھوڑ دی تھی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قد خلق کل شئی من نوره صلی اللہ علیه وسلم کما ورد به الحدیث الصحیح (حدیقه ندیه از علامه نابلسی) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور رحمت کی چمک سے عالمین کو تخلیق کیا گیا ہے تو حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے ذرہ ذرہ میں جاری وساری ہے۔ (اشعة للمعات ومسلک الختام) اسی لئے ملا علی قاری نے فرمایا ہے کہ اما نوره علیه الصلوة والسلام فهو فی غایة من الظهور شرقا وغربا ...... لکن هذا النور لیس له الظهور الافی عین اهل البصیره۔ (موضوعات کبری صفحہ ۲۸۱) یعنی رہ گیا آپ کا نور تو وہ ہر طرف بہت ہی زیادہ ظاہر ہے تاہم یہ نور صرف اور صرف اہل بصیرت کو نظر آتا ہے۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ اقطاب اوتاد اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک وہ اس حقیقت کی معرفت حاصل نہ کرلیں کہ تمام ارض وسما عرش وکرسی نبی پاک کے جلووں سے پر ہیں۔ (الحاوی للفتاوی جلد دوم صفحہ ۴۴۵) وما کنت بجانب الطور کی تفسیر میں علامہ صاوی مالکی نے

آپ کا جسمانی طور پر حاضر نہ ہونا اور روحانی طور پر ہر دور اور ہر جگہ حاضر ہونا بیان کر کے فرمایا۔ **ولکن لایخاطب به اهل العناد** (تاہم بیمار دلوں کے سامنے یہ باتیں بیان نہیں کی جاتیں)

حدیث نمبر ۹ :

انی اری مالاترون

(ترمذی عن ابو ذر حدیث نمبر ۲۳۱۲ مشکوۃ صفحہ ۴۵۷)

ترجمہ : میں دیکھتا ہوں وہ سب جو تم نہیں دیکھتے۔

نوٹ : مخاطب صحابہ کرام تھے جن کی روحانی نظر کی وسعت کا کیا کہنا۔ حضرت حارث بن مالک سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے صبح کیسے کی؟ عرض کی حقیقی مومن کی حیثیت سے صبح کی۔ فرمایا دیکھ کیا کہتا ہے ہر قول کی حقیقت ہوتی ہے تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے عرض کی میں نے دنیا سے منہ موڑا ہے شب بیدار اور روزہ دار ہوں اور مجھے یوں نظر آتا ہے کہ میں اپنے رب کے عرش کو کھلم کھلا دیکھ رہا ہوں اور اہل جنت کو جنت میں زیارت باہمی کرتے دیکھ رہا ہوں اور اہل دوزخ کو اس میں چیختے دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا اے حارثہ تو نے معرفت حاصل کر لی ہے اس کا التزام کر لے (جمع الفوائد حدیث ۱۱۲) پھر خلفائے راشدین کے کشف کا کیا کہنا ان حضرات صحابہ کے سامنے مذکورہ دعوی کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور ونزدیک ظاہر و باطن آگے پیچھے روشنی و اندھیرے میں دیکھتے ہیں دور و نزدیک کے بارے میں حضرت وہب بن منبہ سابقہ اکہتر کتابوں سے نقل فرماتے کہ کان یری من بعید کما یری من قریب (خصائص کبری، نشر الطیب صفحہ ۱۶۳) یعنی آپ دور سے بھی ویسا ہی دیکھتے

تھے جیسے نزدیک سے دیکھتے تھے۔ظاہر وباطن کے بارے میں اورآگے پیچھے دیکھنے کے بارے میں فرمایا کہ فو اللہ مایخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم انی لا راکم من وراء ظھری (بخاری ۴۱۸، ۴۷۱ عن ابو ھریرہ) یعنی قسم اللہ کی! مجھ پر تمہاری ظاہری حرکات اور باطنی کیفیات پوشیدہ نہیں ہیں اور بے شک میں تمہیں پیٹھ پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔روشنی اوراندھیرے میں دیکھنے کے بارے میں ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یری باللیل فی الظلمة کمایری فی النھار بالضوء (خصائص کبری جلداول صفحہ ۶۱ عن عائشہ وابن عباس) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں۔اس مشاہدے کے سبب آپ کو چشم دید گواہ قرار دے کر

کہیں شہید کہا گیا۔

وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ (النحل:۸۹) لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ (الحج:۷۸)

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء:۴۱)

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرہ:۱۴۳)

کہیں شاہد قرار دیا گیا۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ (المزمل:۱۵)

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الفتح:۸)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الاحزاب:۴۵)

اور کیونکہ آپ نَذِيرًا لِّلْعَالَمِينَ ہیں۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (الفرقان:۱)

اسی لئے آپ شَاهِدًا لِلْعٰلَمِیْنَ بھی ہیں یعنی عالمین کا مشاہدہ فرماتے والے اور حدیث شریف میں ہے۔ الشاهدیری مالا یری الغائب یعنی شاہد وہ سب دیکھتا ہے۔ جو غائب نہیں دیکھتا۔ (جامع صغیر جلد دوم صفحہ ۴۰)

حدیث نمبر۱۰:

ان اللّٰہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها و الی ماهو کائن فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذه جلیان من اللّٰہ جلاه لنبیه کما جلاه للنبیین من قبله۔ (کنز العمال حدیث ۳۱۹۶۸، بحوالہ طبرانی وحلیه ابو نعیم عن ابن عمر، کنز العمال حدیث ۳۱۸۰۷، بحوالہ نعیم بن حماد فی الفتن عن ابن عمر حدیث ۳۱۸۰۷ کی سند ضعیف ہے مگر حدیث ۳۱۹۶۸ کی سند ضعف سے پاک ہے)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا مرفوع کر دی ہے تو میں اس کو دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ اس میں ہونے والا ہے قیامت تک اسے بھی دیکھ رہا ہوں اس طرح جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اللہ نے اپنے نبی کے لئے یہ بالکل روشن کر دیا ہے جیسے اگلے نبیوں کے لئے روشن کیا۔

نوٹ: یہ حدیث تصدیق شدہ ہے قرآن مجید کی اس آیت سے وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۶ : ۷۵) (اور اسی طرح ہم دکھا رہے ہیں ابراہیم کو ارض وسماوات کی ساری شاہی) كَذٰلِكَ کلمہ تشبیہ کا ہے۔ مشبہ بہ آیت میں محذوف ہے وہ

اس حدیث میں بیان ہو رہا ہے اس حدیث کا منکر اس آیت کا مشبہ بہ نہیں بتا سکتا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے لئے اسی طرح حاضر ہیں جس طرح اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کے لئے اور اس طرح ناظر بھی ہیں۔ آپ کی عمومی امت تمام عالمین ہیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے دور تک کسی کو اس میں اختلاف نہ تھا کہ آپ ''براعمال امت حاظر و ناظر ہیں'' اور سب یہ بات مانتے تھے۔ (مکتوبات شیخ صفحہ ۱۵۵)

حدیث نمبر ۱۱۔

سلونی عما شئتم

(بخاری ۹۲ عن ابو موسی ، مسلم . کتاب الفضائل حدیث ۱۳۸)

ترجمہ : جس چیز کے بارے میں تم چاہو مجھ سے پوچھ لو۔

نوٹ : یہ علم کلی کا دعوی ہے جو باقی مخلوقات کے اعتبار سے ہے اور یہ دعوی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ یہ کہنا کہ یہ مسائل شرعیہ کا جاننے کا دعوی تھا باطل ہے کیونکہ دو صحابہ نے اپنے اپنے باپ کا نام پوچھا تھا تو آپ نے ان کے باپوں کے نام بتلائے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کتاب نازل ہوئی جو تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہے۔ (سورۃ نحل ۸۹) یعنی ہر شئے کا روشن کر دینے والا بیان ہے۔ اس کے مکمل نزول کے بعد علم کلی حاصل ہونا ثابت ہے۔ اسی نزول قرآن سے وابستہ کر کے فرمایا گیا کہ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (سورۃ نساء ۱۱۳) اور تمہیں علم دے دیا جو تم نہ جانتے تھے اس آیت میں ما عام ہے اسی طرح حدیث سلونی عما شئتم میں ما عام ہے کاش سلونی عما شئتم کے عام چیلنج کے وقت ہمارے

زمانے کے منکرین بھی ہوتے اور اپنی اپنی جیبوں سے ان ''غیر معلوم'' اشیاء کی فہرستیں نکال کر پوچھ لیتے جو آج کل تحریر و تقریر اور بحث و مباحثہ میں پیش کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲:

فتجلی لی کل شئی وعرفت

(ترمذی، تفسیر ص حدیث نمبر ۳۲۳۵ مشکوۃ صفحہ ۷۲)

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر روشن کی میرے لئے ہر شئے اور میں نے پہچان لی۔

نوٹ: اتنا علم تو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص لمحے میں عطا فرمایا اور رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا (اے اللہ میرا علم بڑھاتا رہ) کی دعا کا رنگ ابھی مزید ہے۔ ایک وقت کی تفصیل اگلے وقت کی عطا کردہ تفصیل کے سامنے اجمال معلوم ہوتی ہے۔ عالم شہود اور عالم غیب کی ہر شئے کا علم تدریجاً قرآن پاک کے ذریعہ تبیان (روشن کردینے والا بیان) کے درجہ کو پہنچایا گیا۔ غیبوں سے آپ کو درجہ بدرجہ باخبر اور مطلع کیا گیا۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ (سورۃ ھود:۴۹)

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ (سورۃ آل عمران:۴۴ اور آیت نمبر ۱۷۹)

مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دنیائے غیب پر آپ کو مسلط کر دیا یعنی مکمل طور پر ظاہر فرما دیا

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

(سورۃ جن:۲۶) اس اخبار غیب، اطلاع غیب، اظہار غیب کا حاصل علم غیب ہے۔ مگر

بعض لوگ اس بات سے ناواقف ہیں حالانکہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس ایسے ہی عطائی علم غیب کی بنیاد پر حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کان رجلا یعلم علم الغیب (تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر) یعنی وہ مرد کامل علم غیب جانتا تھا۔ صحابی کی اس زبان پر فتوی لگانے والے حضرات کوتوبہ کرنی چاہئے۔ خود قرآن پاک بتاتا ہے۔ اخبار غیب سے قبل علم غیب نہیں ہوتا بعد میں ہوتا ہے۔

تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا

(سورۃ ھود:۴۹)

حدیث نمبر ۱۳۔

فاشھد ان اللّٰہ لارب غیرہ وانک مامون علی کل غائب

ترجمہ : میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور یہ کہ آپ ہر غیب پر امین ہیں۔ (خصائص کبری جلد اول صفحہ ۱۰۲،۱۰۳)

نوٹ : یہ الفاظ حضرت سواد بن قارب نے دربار رسالت میں عرض کئے ہیں اور برقرار رکھے گئے لہذا تقریری حدیث ہیں ایک سند میں رب کی بجائے شئ کا لفظ ہے۔ تو اس صورت میں اس کا مفہوم یہ ہوگا **لا موجود الا اللّٰہ** یعنی اللہ کے سوا کوئی حقیقت کے درجہ میں موجود نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر غیب پر امین ہیں۔ قرآن پاک میں ہے کہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (سورۃ التکویر:۲۴) یعنی آپ غیب بتانے پر بخیل نہیں ہیں۔ بخیل یا سخی کی صفت کا تعلق مال دار سے ہوتا ہے بے زر سے نہیں ہوتا۔ پس آپ علم غیب سے مالا مال ہیں مگر مالک حقیقی کے اذن واجازت کے بغیر آپ غیب ظاہر نہیں فرماتے کیونکہ آپ ہر غیب پر امین ہیں۔ آپ کا

ہر قول وفعل وحی ہے یا اتباع وحی سے ہے آپ کا نہ بتانا یا سوال کرنا یا تلاش کرنا بے علمی کے سبب نہیں بلکہ وحی یا اتباع وحی کے سبب سے تھا۔ کم سن بچے سے لذت کلام کے لئے بعض معلوم باتوں کا پوچھنا یا ممتحن کا طالب علم سے پوچھنا یا اللہ تعالیٰ کا بندوں سے سوال کرنا حکمت کے سبب سے ہے نہ کہ لا علمی کے سبب سے ہے اسی طرح یوسف علیہ السلام کا پیالہ تلاش کروانا۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ (یوسف :۷۶)

حکمت کے سبب تھا نہ کہ لا علمی کے سبب اسی طرح لَا عِلْمَ لَنَآ اور لَآ اَعْلَمُ کے الفاظ تواضع کے قبیل سے ہیں اور لا نفی جنسِ علم کے لئے نہیں بلکہ نفی کمال علم کے لئے ہے۔ جو کہ اللہ سے خاص ہے یعنی ذاتی اور کلی لامحدود علم۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا سہو اور نسیان جسمانی نقص یا عیب کی وجہ سے نہیں ہوتا اس کا تو وہ علاج کرتے ہیں چنانچہ حضرت ابو ہریرہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نسیان دور کر کے بے مثال حافظہ عطا فرمایا (بخاری حدیث ۱۱۹) انبیاء کرام علیہم السلام کی توجہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے سبب اپنی کسی تجلی کی طرف مبذول کرا دیتا ہے اور اس طرح وہ دوسری طرف سے بے توجہ ہو جاتے ہیں اور اس عدم توجہ کی وجہ سے بظاہر سہو و نسیان کا ظہور ہوتا ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھولتا نہیں بلکہ بھلایا جاتا ہوں تاکہ سنت کی تعلیم دے جاؤں۔ (مؤطا امام مالک)

مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں۔

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود | دل دراں لحظہ بحق مشغول بود

یعنی اگرچہ اللہ نے ہر غیب ہمیں دکھا دیا تاہم اس وقت دل مشغول حق تھا۔ اسی طرح شیخ سعدی حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان سے فرماتے ہیں کہ

گہے بر طارم اعلی نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

یعنی کبھی ذات اعلی کا کشف ہو رہا ہوتا ہے تو اپنے پاؤں کی پشت پر بھی اللہ تعالیٰ نظر نہیں جانے دیتا۔

دنیائے غیب میں داخل ہونے کے لئے سیدنا عبدالقادر جیلانی کا ارشاد فتح الربانی صفحہ ۳۴۲ میں ہے کہ اَلْغَیْبُ عِنْدَہٗ فَاقْرُبْ مِنْہُ حَتّٰی تَرَاہُ وَتَرٰی مَاعِنْدَہٗ یعنی غیب اللہ کے پاس ہے تو اللہ کا قرب حاصل کر یہاں تک کہ اللہ کو بھی دیکھ اور اسے (یعنی غیب کو) بھی جو اس کے پاس ہے۔ تو سید المقربین کے مشاہدہ غیب کا کیا کہنا۔

حدیث نمبر ۱۴۔

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم

(بخاری عن عمر حدیث ۳۱۹۲ مشکوۃ صفحہ ۵۰۶)

نوٹ : مَاکَانَ وَمَا یَکُون کی یہ کل خبریں بطور معجزہ بیان ہوئیں (مسلم کتاب الفتن حدیث ۲۵) یہ بات ایک بھیڑیے نے بھی بیان کی کہ یخبر کم بما مضی وماھو کائن بعدکم (مشکوۃ صفحہ ۵۴۱ عن ابوھریرہ) یعنی تمہیں ماکان ومایکون کا علم دیتا ہے مگر آج بعض کلمہ گو انکار کر رہے ہیں تاہم یاد رہے کہ وما یدریہ بالغیب (رسول کو غیب کی کیا خبر) کہنے والے پر اللہ تعالیٰ نے (سورۃ توبہ: ۶۶ میں) کفر کا فتوی دیا ہے۔ (الصارم المسلول صفحہ ۱۴۲ ابن تیمیہ) اور منافقین نے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے علم پر طعن کیا تو اللہ نے ان کو خبیث کہا اور آپ کا مطلع علی الغیب ہونا بیان فرمایا۔ (سورۃ آل عمران:۱۷۹، بحوالہ خازن وغیرہ)

حدیث نمبر ۱۵۔

انا سید العالمین

(رواہ حاکم وبیہقی عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، تجلی الیقین صفحہ۷۳)

ترجمہ : میں آقائے کائنات (مختار کل) ہوں۔

نوٹ : کتب سابقہ کے عالم راہب نے بھی کہا ھذا سید العالمین (ابن ابی شیبہ، ترمذی حدیث نمبر۳۶۲۰ حاکم عن ابو موسی اشعری) حضرت آمنہ کو خواب میں بتایا گیا کہ وھو سیدا لعلمین (ابو نعیم عن بریدہ وابن عباس ، ابن سعد عن زید بن اسلم) اور سید کی تعریف قاضی عیاض وغیرہ نے یہ لکھی ہے کہ السید ھو الذی یلجاء الناس الیہ فی حوائجھم (شفا جلد اول صفحہ۱۲۹) یعنی سید وہ ہے جو حاجت روائی کے لئے لوگوں کا ملجاء وماوی اور مرجع ہو۔ پس معنی حدیث یہ ہوا کہ کائنات کی حاجت روائی کے لئے اللہ نے مجھے ملجاء وماوی ومرجع اور وسیلہ بنایا ہے۔

خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانی وزیر جبریل ومیکائیل ہیں جب کہ زمینوں میں آپ کے وزیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ہیں۔

(ترمذی حدیث نمبر۳۶۸۰ عن ابو سعید خدری مشکوۃ صفحہ۵۶۰)

حدیث نمبر۱۶۔

انما انا قاسم وخازن واللہ یعطی (بخاری۔ کتاب فرض الخمس باب۷)

ترجمہ : میں ہی صاحب تقسیم اور صاحب خزائن ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے۔

نوٹ : خزانوں کی جو نسبت اللہ عزوجل سے ہے وہ تخلیق اور ملکیت حقیقی کا تعلق ظاہر کرتی ہے خزانوں کا یہ تعلق تو کسی اور سے ہو نہیں سکتا تاہم ملکیت مجازی کا تعلق تو ہو سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خزانوں کے بھی آقا ہیں اور مجازی مالک ہیں جو کسی چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ملکیت سے خارج سمجھتا ہے وہ ظلم کا مرتکب ہے۔ قرآن مجید میں ہے کیا کافروں کو یہی برا لگتا ہے کہ اللہ و رسول ان کو غنی کریں (عطا کریں) اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (سورہ توبہ: ۷۴)

حدیث نمبر ۱۷۔

عن ربیعه بن کعب قال کنت ابیت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فاتیته بوضوئه وحاجته فقال لی سل فقلت اسالک مرافقتک فی الجنة قال او غیر ذلک قلت هو ذاک قال فاعنی علی نفسک بکثره السجود۔

(مسلم حدیث نمبر ۱۰۹۴، ابو داؤد حدیث نمبر ۱۳۲۰، نسائی ۱۱۳۹ مشکوۃ ۸۴)

ترجمہ : حضرت ربیعہ بن کعب سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں رات گزارتا، وضو کا پانی اور ضرورت کی چیز لا دیتا۔ پس آپ نے مجھ سے فرمایا مانگ تو میں نے عرض کی کہ میں آپ سے مانگتا ہوں آپ کی رفاقت جنت میں۔ فرمایا کچھ اور میں نے عرض کی یہی کافی ہے فرمایا اپنے نفس کو پامال کرتے ہوئے سجدوں کی کثرت کے ساتھ میرے دین کی مدد کرو۔ (ابوداؤد اور نسائی میں سلنی یعنی مجھ سے مانگ کا صاف لفظ ہے)

نــوٹ : یعنی تمہیں تو میری رفاقت اور جنت مل گئی اب ترک عبادت کر کے میرے دین کو کمزور نہ کرنا بلکہ شکر نعمت میں کثرت سجود کے ساتھ میرے دین کی مدد کرنا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب اعظم اور مختار کل نہ ہوتے تو یوں علی الاطلاق نہ فرماتے کہ مجھ سے مانگ اسی طرح طبرانی میں حضرت علی سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو فرمایا **سل ما شئت یا اعرابی** (اے اعرابی جو تیرا جی چاہے مجھ سے مانگ)

(الامن والعلی صفحہ ۲۲۶، کنز العمال حدیث نمبر ۸۴۹۲)

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ واختیار میں

حدیث نمبر ۱۸۔

ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللّٰہ حی یرزق

(ابن ماجہ نمبر ۱۶۳۷ عن ابی الدرداء مشکوۃ صفحہ ۱۲۱)

تــرجمه : بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ نبیوں کے جسم کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔

نوٹ : دوسری روایت میں کہ **الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون** (ابو یعلی عن انس) یعنی انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ مسلم میں ہے کہ میں شب معراج سرخ ٹیلے کے پاس قبر موسی علیہ السلام کے پاس سے گذرا **وھو قائم یصلی فی قبرہ** اور وہ اپنی قبر میں کھڑے صلوۃ (نماز یا درود) میں تھے۔ (نسائی حدیث نمبر ۱۶۳۲، مسلم باب فضائل موسی) شہدا کی حیات قرآن

میں ثابت ہے۔ انہیں مردہ کہنے، سمجھنے سے روکا گیا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا (آل عمران:۱۶۹)

جب کلمہ گو شہدا کا یہ حال ہے تو صاحب کلمہ انبیاء کرام علیہم السلام کا کیا کہنا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ رسولوں سے سوال کرنے کی اجازت دی ہے۔

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ (الزخرف:۴۵)

انہیں مردہ کہنے والے بے شعور ہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

(البقرہ:۱۵۴)

حدیث نمبر۱۹۔

ا ن الدعا موقوف بین السماء والارض لیصعد منه شئی حتی تصلی علی نبیک صلی اللہ علیه وسلم

(ترمذی حدیث:۴۸۶ عن عمر موقوفا کنز العمال حدیث:۳۹۸۰ مشکوۃ صفحہ۸۷)

ترجمہ : بے شک دعا زمین و آسمان کے درمیان روکی جاتی ہے اور بلند نہیں ہو پاتی جب تک تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجے۔

نوٹ : یہ حدیث حکماً مرفوع کا درجہ رکھتی ہے بعض اور روایات بھی اس مضمون کی موجود ہیں۔ چنانچہ فضالہ بن عبید سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ نماز پڑھ کر بیٹھو تو حمد وثنا کرو۔ پھر درود شریف پڑھو اور پھر دعا مانگو (مشکوۃ صفحہ۸۶) درود میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر آپ کو دعا دی جاتی ہے اور آپ کا نام بغیر دعائے درود

کے لینا کنجوسی قرار دیا گیا ہے۔ لہذا دعا قبول کروانی ہے تو آپ کو دعا دیتے ہوئے آپ کا نام لو۔ پھر بات بنے گی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کی برکت وصدقہ ووسیلہ سے دعا مانگنا باعث قبولیت ہے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہوئے آپ کے نام پاک کی برکت سے دعا مانگی تو قبول ہوئی (مقام رسول صفحہ ۶۱، ۶۲ فیضی) آپ نے خود حضرت فاطمہ بن اسد کے لئے دعا فرمائی تو **بحق نبیک و لاانبیاء الذین قبلی** کے الفاظ سے دعا میں برکت ووسیلہ داخل کیا (کنز العمال حدیث نمبر ۳۴۴۲۰) اسی طرح آپ نے ایک دعا میں **بحق السائلین علیک** کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ (ابن ماجہ حدیث نمبر ۷۷۸ عن ابو سعید خدری مرفوعاً) ان صحیح حدیثوں کو کوئی صحیح نہ بھی مانے تو بھی ضعیف تو مانے گا تو نفس مسئلہ میں متفرق ضعیف مل کر بھی قوت پیدا کر دیتی ہیں۔ نیز منع کرنے والے کے پاس تو صرف قیاس ہے جو ضعیف حدیث سے بھی مرتبے میں کم ہے۔

حدیث نمبر۲۰۔

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی

(ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۳۸۵، ترمذی ۳۵۷۸ عن عثمان بن حنیف سند صحیح ہے۔ مشکوۃ صفحہ ۲۱۹)

ترجمہ : اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ **یا محمد** صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی اس حاجت روائی کے لئے آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں۔ اے اللہ پس قبول

فرما ان کی سفارش میرے حق میں۔

نوٹ : نابینا صحابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی تو عمل کرنے پر وہ بینائی والا بن گیا۔ ظاہری و باطنی بینائی کے فروغ کے لئے یہ دعا یہاں بھی درج کر دی گئی ہے۔ ان تین جملوں میں پہلے دو جملوں کا شعر کی زبان میں ترجمہ یہ ہے۔

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

حدیث میں پہلا جملہ دعا کا ہے اور دوسرا جملہ دعا کی درخواست ہے۔ تیسرا جملہ پھر دعا کا ہے۔ یا محمد کے الفاظ اپنے جیسا سمجھتے ہوئے ادا کرنا ممنوع ہے البتہ پورے ادب واحترام کے ساتھ نرمی اور عاجزی کا لہجہ رکھتے ہوئے معانی کو ذہن میں رکھتے ہوئے درود وسلام کے ساتھ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنا بہر حال درست ہے۔ ہجرت کے موقع پر (۱۲ ربیع الاول بروز سوموار) اہل مدینہ نے جشن آمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم مناتے ہوئے مختلف گلی کوچوں میں متفرق ہوتے ہوئے یا محمد یارسول اللہ کے نعرے لگائے (مسلم آخری ابواب ۷۵۲۲) البتہ یارسول اللہ کا منکر اگر یا محمد کہے تو ضرور بے ادبی ہے اسی لئے یا محمد کہنے والے یہودی کو حضرت ثوبان نے ایسا دھکا دیا کہ گرتے گرتے بچا۔ جب اس نے پوچھا کہ تو نے مجھے دھکا کیوں دیا تو آپ نے فرمایا الا تقول یارسول اللہ کیا تو یارسول اللہ نہیں کہہ سکتا؟ (مسلم حدیث نمبر ۷۱۴)

یہی نابینا صحابی والی دعا حضرت عثمان بن مظعون نے ایک ضرورت مند کو خلافت عثمان کے دور میں سکھائی تھی (طبرانی)

حدیث نمبر ۲۱:

عن مالک الدار وکان خازن عمر قال اصاب الناس قحط فی زمان

عمر ابن الخطاب فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ استسق اللہ لامتک فانھم قد ھلکوا فاتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال ائت عمر فاقرہ السلام واخبرہ انھم یسقون وقل لہ علیک الکیس الکیس فاتی الرجل عمر فاخبرہ فبکی عمر قال یارب ما الوا الا ماعجزت عنہ

(ابن ابی شیبہ تاریخ بخاری ، دلائل بیھقی ، استیعاب ابن عبدالبر البدایہ والنھایہ ابن کثیر ، فتح الباری ابن حجر عسقلانی ، سندہ صحیح (کنز العمال حدیث ۲۳۵۳۰)

ترجمہ: حضرت مالک الدار (مالک بن عیاض الدار جو ابوبکر و عمر سے روایت کرتے ہیں آگے ان سے بھی چار آدمی روایت کرتے ہیں وہ حضرت عمرؓ کے مولی اور خازن تھے حضرت عثمانؓ نے بھی انہیں ایک عہدہ دیا یہ مجہول شخص نہیں بلکہ مشہور و معروف بزرگ ہیں) جو حضرت عمرؓ کے خازن تھے کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دور میں لوگوں پر قحط پڑا تو ایک شخص (حضرت بلالؓ بن حارث مزنی) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوا اور عرض کی ''یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے اللہ سے بارش مانگئے بے شک لوگ ہلاک ہو رہے ہیں'' تو خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا عمر کے پاس جا کر میرا اسلام کہو اور اسے بتاؤ کہ بارش آئے گی اور اسے کہو کہ احتیاطی تدابیر اپنائے۔ پھر وہ آدمی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور انہیں بتایا تو حضرت عمرؓ رو پڑے اور کہہ اٹھے خدایا میں کوتاہی نہیں کرتا مگر جہاں عاجز ہوتا ہوں۔

نوٹ: اس حدیث نے حیات النبی اور وسیلہ و استمداد بعد وفات کے مخالفین کو بھی

اب سوچنے پر مجبور کر دیا ہے حضرت عمرؓ نے بعد وفات وسیلہ ماننے پر انکار نہیں کیا۔ لہذا حضرت عمر کا یہ فرمان کہ اے اللہ پہلے ہم تیرے نبی کو تیری طرف وسیلہ بناتے تھے ہمیں تو بارش دیتا تھا آج تیرے نبی کے چچا عباس کو تیری طرف وسیلہ بناتے ہیں تو ہمیں بارش دے (بخاری حدیث ۱۰۱۰ عن انس) اس سے شخصی وسیلہ درست ہونا ثابت ہوتا ہے وہیں غیر نبی کو یا اہل بیت کو وسیلہ پکڑنا بھی درست ثابت ہوتا ہے نیز یہاں پر آیت وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اور تلاش کرو اس کی طرف وسیلہ (المائدہ :۳۵) کی تفسیر بھی ہو جاتی ہے مگر بعد وفات وسیلہ کا انکار ثابت نہیں ہوتا۔ یہ روایت کے مقابل پر قیاس کرنا ہے جو ناجائز ہے۔ دور فاروق کی طرح دور عثمانؓ میں بھی حدیث نابینا (جس میں یامحمد کہہ کر آپ سے دعا کی درخواست کی جاتی ہے) پر صحابی عثمان بن حنیفؓ نے ایک شخص سے عمل کرایا (طبرانی) اسی طرح دور صدیق اکبرؓ میں جنگ یمامہ میں منکرین ختم نبوت کے مقابلہ پر صحابہ کرام کا شعار یامحمد اہ تھا (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ ابن کثیر جلد ہفتم صفحہ ۹۱) حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں سن ہوا تو تکلیف دور کرنے کے لئے پکارا یامحمد (ادب المفرد از امام بخاری، یہ کتاب اب مخالفین نے چھاپی ہے مگر یامحمد کی یا کھا گئے ہیں) دیگر روایات سے قطع نظر ہر امتی نماز میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر آپ کو پکارتا بھی ہے اور دعا بھی دیتا ہے (یہ الفاظ سلام پہنچتے ہیں بخاری حدیث نمبر ۸۳۱، ۸۳۵ ابن مسعود مرفوعاً، مشکوۃ صفحہ ۵۷ لہذا حکایۃ پڑھنا باطل ہے) اور آپ ہر سلام کرنے والے کو جواباً سلام کی دعا دیتے ہیں (ابو داؤد حدیث نمبر ۲۰۳۱، ۳۷۱۰ عن ابو ھریرہ) نیز

حدیث شریف میں ہے کہ لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان (طبرانی بسند جید، جلاء الافہام صفحہ ۶۳) یعنی مجھ پر درود بھیجنے والے ہر شخص کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ تین دن کی مسافت سے بنی کعب کے راجز نے آپ کو مدد کے لئے پکارا تو آپ نے تین بار لبیک اور تین بار نُصِرْتَ (تیری مدد ہوگئی) فرمایا (جمع الفوائد حدیث نمبر ۶۶۴۹، نیز طبرانی صغیر، بیہقی، الاصابہ، الاستیعاب وغیرہ) اس طرح ہر دور اور ہر جگہ کے امتی کے لئے دروازہ کھلا ہے اور وہ آپ سے دعائیہ مدد تو کم از کم لے سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۲۔

السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللّٰہ لنا ولکم انتم سلفنا و نحن بالاثر (ترمذی حدیث ۱۰۵۳ عن ابن عباس مرفوعاً مشکوۃ صفحہ ۱۵۴)

ترجمہ : سلامتی ہو تم پر اے قبروں والو! اللہ بخشے ہمیں اور تمہیں، تم ہمارے سلف ہو اور ہم خلف ہیں۔

نوٹ : مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے اس لئے ان کی قبروں کے نشانات باقی رکھنے چاہئیں اور انہیں زمین کے برابر کرنا منع ہے کافر کی قبر پر زیارت کے لئے ٹھہرنا منع ہے۔ وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ (توبہ:۸۴) اس لئے اس کی قبر کو اکھیڑ کر زمین کے برابر کرنا جائز ہے (بخاری ۴۲۸، مسلم ۱۱۷۳، نسائی ۷۰۳) جب کافروں کی زیادہ قبریں تھیں تب زیارت قبر منع تھی جب مسلمانوں کی کافی قبریں بن گئیں تو زیارت قبر کا حکم دیا گیا۔ نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا (مسلم

آخر کتاب الجنائز حدیث ۲۲۶۰ مشکوۃ صفحہ ۱۵۴) یعنی میں نے تمہیں (دور ونزدیک کی) قبروں کی زیارت سے روکا تھا اب ان کی زیارت کیا کرو۔

قبروں والوں کی روحوں کے زندہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہے اور زندہ کے سماع میں کسی کو کلام نہیں ہے رہ گئے بغیر روح کے جسم تو سردست اتنی گذارش ہے کہ اہل حق کے نزدیک ہر شجر، حجر ہر ذرہ عالم اپنے لائق علم وسمع وبصر رکھتا ہے اور زبان قال سے تسبیح الٰہی کرتا ہے (بخاری ۶۰۹ کتاب الاذان ۔آل عمران :۸۳ بنی اسرائیل :۴۴ انبیاء :۳۰ حم السجدہ :۲۱،۲۱،الدخان:۳۰) اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ اور مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ میں سنانے کا ذکر ہے سننے کا نہیں۔ سنانے والا تو ہر ایک کو اللہ ہے وہی خالق سمع ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ آپ ان کی ہدایت پیدا نہیں فرماتے رہ گیا ارواح اہل قبور کا سننا تو وہ قرآن وحدیث کے ان گنت مقامات میں ثابت ہے اگر اہل قبور باذن اللہ نہ سنتے تو انہیں خطاب وسلام وکلام نہ کیا جاتا۔ چنانچہ متعدد روایات میں ہے کہ اہل قبور جواباً سلام کی دعا دیتے ہیں۔ (کنز العمال حدیث نمبر ۵۔۴۲۵۹۴،۴۲۹۸۶) چنانچہ حدیث شریف میں موجود ہے کہ اہل قبور سلامتی کی دعا ان الفاظ سے دیتے ہیں علیک السلام (ابوداؤد: ۵۲۰۹، ترمذی : ۲۷۲۱) اہل قبور سے مالی، بدنی، نسلی وغیرہ کسی قسم کی سلامتی کی دعا لینے کے لئے ان کو کم از کم سلام تو ضرور کرنا چاہئے اور جو ان کے سننے اور سلامتی کی دعا دینے سے مایوس اور ناامید ہے اسے اہل قبرستان کو سلام نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے وہاں جا کر پڑھنا چاہئے کہ يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ (سورۃ ممتحنہ

آیت آخری) یعنی منکر لوگ قبر والوں سے کسی قسم کی کوئی امید نہیں رکھتے وہ بات حق ہے جو شاہ ولی اللہ نے انفاس العارفین صفحہ ۱۶۸ میں بطور حدیث لکھی ہے کہ " اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور " جب تم کاموں میں پریشان وحیران ہو جاؤ تو اصحاب قبور سے (سلامتی کی دعا کی) مدد لو، مخالفین کی پیش کردہ آیات یَدْعُوْنَ ، تَدْعُوْنَ وغیرہ میں محض پکارنا مراد نہیں بلکہ معبود مان کر پکارنا (دعا مانگنا) مراد ہے۔ محض پکارنا مراد لے کر مافوق الاسباب یا دور یا بعد وفات کی قیدیں اپنی طرف سے لگانا بدترین معنوی تحریف ہے کیا دیکھتے نہیں کہ نمک اور جوتے کا تسمہ جیسی ماتحت الاسباب اشیاء بھی بطور دعا اللہ ہی سے مانگی جاتی ہیں (ترمذی) اور تخت بلقیس جیسی وزنی چیز فوق الاسباب طریقے سے منگوانے کے لئے ولی اللہ سے مدد لینی سلیمان علیہ السلام کی سنت ہے۔ (سورۃ نمل: ۴۰)

حدیث نمبر ۲۳:

ان اللّٰہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئی احب الی مما افترضت علیه وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فکنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سالنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه

(بخاری: ۶۵۰۲ عن ابوھریرہ مرفوعاً مشکوۃ صفحہ ۱۹۷)

کنز العمال حدیث نمبر ۱۱۵۱ تا ۱۱۵۶ پر حضرت عائشہ، حضرت انس، حضرت ابوامامہ

حضرت سمویہ سے بھی یہ روایت موجود ہے۔ بعض میں لسانہ قلبہ (فوادہ) کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اسے میرا اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں سے بندہ میرے قریب ہوتا ہے ان میں میری محبوب ترین چیز فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو اس کی سماعت میں میں اپنی شان دکھاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی نظر میں میں اپنی شان دکھاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے پاؤں میں میں اپنی شان دکھاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور ضرور اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے تو ضرور، ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔

نوٹ: محبوب خدا کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں کی طاقتیں اتنی بڑھ جاتی ہیں کہ ان سے اللہ کی شان ظاہر ہوتی ہے ان کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے (مشکوۃ صفحہ ۴۲۷) وہ اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں (ترمذی: ۳۱۲۷) ان کا ایک نمائندہ آصف بن برخیا ہے جو پلک جھپکنے میں تخت بلقیس لادیتا ہے۔ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ (نمل آیت ۴۰) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہر مومن پر رحم فرما رہے ہیں۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ توبہ: ۱۲۸)

بلکہ ہر ہر جہان پر رحمت برسا رہے ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

(سورۃ انبیاء ۱۰۷) شیخین کریمین آپ کے وزیر ہیں۔ حضرت علی کو آپ نے اپنے بعد ہر مومن کا ولی اور مولا قرار دیا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴) جس کا معنی یار ومددگار ہے (قاضی عیاض، شیخ محقق، ملا علی قاری، صدیق حسن، زکریا کاندھلوی) کتب سابقہ میں آپ کو دَفّاعِ معضلات (مشکل کشا) کہا گیا ہے (الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۴۷) سیدنا عبدالقادر جیلانی کو اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سے زائد الہامات میں غوث اعظم قرار دیا ہے یعنی اولیائے کرام میں سب سے بڑا فریادرس (مظہر جمال مصطفائی صفحہ ۱۶ تا ۱۸۱) یہی حال سخی داتا گنج بخش اور غریب نواز کے الفاظ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے اللہ کے اذن سے غریبوں اور مصیبت زدوں کی فریاد سنتے ان کی دستگیری اور مشکل کشائی کرتے ان غریبوں کو نوازتے اور گنج بخشتے ہیں ان کے لئے سخی داتا بنتے ہیں۔ ان باتوں کو شرک قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ مشکل زدہ کی فریادرسی دستگیری اور مشکل کشائی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ ان کی حالت زار کو نظر انداز کرنا چاہیئے اسی طرح غریب نواز گنج بخش اور سخی داتا بننے کی بجائے کنجوس اور بخیل بننے سے توحید مضبوط ہوتی ہے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

ان سے کوئی پوچھے کہ جن کو مشکل کشا یا سخی داتا و گنج بخش کہنا آپ کے نزدیک شرک ہے انہیں علی اور سید کہنا کیونکر جائز ہو گیا حالانکہ علی اور سید بھی تو اللہ کا نام اور اس کی صفت ہے الغرض دین ایسے نااہلوں کے ہاتھ آ گیا ہے جنہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ صبغۃ اللّٰہ میں رنگے جانا اور اخلاق اللہ سے متخلق ہونا کمال توحید ہے شرک قطعاً نہیں ہے البتہ اہل اللہ اپنی یہ اضافی صفات باذن اللہ ظاہر کرتے ہیں اور اللہ کے اذن کے بغیر ظاہر نہیں کرتے مگر صفت اس وقت بھی موجود ہوتی ہے جس طرح روزے کی حالت

میں امیر آدمی کو اپنی اشیائے خورد و نوش کے استعمال کا اذن نہیں ہوتا حالانکہ اس کے پاس وہ ہوتی ہیں یہ حدیث قدسی ظاہر بینوں پر گراں گزرتی ہے حتی کہ ذھبی جیسا شخص کہہ گیا کہ لو لا هیبة الجامع الصحیح لعد دته فی منکرات (اگر صحیح بخاری کی هیبت نہ ہوتی تو میں اس حدیث کا انکار کر دیتا)

حدیث نمبر ۲۴۔

عن امراة من بنی النجار قالت کان بیتی من اطول بیت حول المسجد فکان بلال یوذن علیه الفجر فیاتی بسحر فیجلس علی البیت ینظر الی الفجر فاذاراه تمطی ثم قال اللهم انی احمدک و استعینک علی قریش ان یقیموا دینک .قالت ثم یوذن . قالت واللّٰه ما علمته کان ترکها لیلة واحدة هذه الکلمات۔ (ابو داؤد حدیث نمبر ۵۱۹)

ترجمہ : بنی النجار کی ایک صحابیہ کا بیان ہے کہ میرا گھر مسجد کے گرد طویل ترین تھا۔ حضرت بلالؓ اس پر اذان فجر دیا کرتے تھے سحری کے وقت آتے مکان پر بیٹھ جاتے اور فجر کا انتظار فرماتے جب فجر نظر آتی تو کھڑے ہو جاتے اور کہتے ”اے اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں قریش کے لئے کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں“ فرماتی ہیں کہ پھر اذان دیتے تھے فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتی کہ انہوں نے کسی رات یہ کلمات چھوڑے ہوں۔

نوٹ : قریش کو دعا دے کر پھر اذان دینا حضرت بلال سے ثابت ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوران کی آل بھی قریش میں شامل ہے بلکہ فخر قریش ہیں تو ان کو دعا دے کر (صلوۃ وسلام پڑھ کر) اذان دینا اس حدیث کے موافق ہے پھر ہر دعا کا اوپر

لے جانے والا بھی درود پاک ہے بلکہ ہر نفلی دعا کا نعم البدل بھی درود پاک ہے جیسا
کہ حضرت ابی بن کعب کی مشہور حدیث ہے۔ اجعل لک کلھا (ترمذی
،مشکوۃ صفحہ ۸۶ یعنی ہر نفلی دعا کی بجائے آپ کا درود شریف پڑھوں گا) حدیث نمبر ا۔ کی ذیل
میں بھی ہم حمد وصلوۃ کے بعد ہر اچھے اور اہم کام شروع کرنے کی بہتری ذکر کر آئے
ہیں اگر منکر اس حدیث کو ضعیف بھی کہے تو بھی یہ فعل کے مستحب ہونے کی دلیل ہے
اور اس کے مقابلے پر قیاس لانا پھر بھی درست نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۲۵۔

مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلھما عند سماع قول المؤذن اشھد ان محمد رسول اللّٰہ ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق

(موقوفاً ثابت وَ لایصح مرفوعاً موضوعات کبری صفحہ ۲۱۰)

ترجمہ : مؤذن کے قول اشھد ان محمد رسول اللّٰہ کو سن کر اپنی انگلیاں چوم کر آنکھوں سے لگانا۔ محدث دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب مسند الفردوس میں حضرت ابوصدیق کی حدیث میں ذکر کیا ہے یہ حدیث مرفوعاً درجہ صحت سے کم ہے اور حضرت ابوبکر صدیق تک ثابت ہے۔

نوٹ : انجیل برنباس میں حضرت آدم سے بھی یہ فعل منقول ہے اور بعض ضعیف روایات حضرت خضر اور حضرت حسن سے بھی منقول ہیں اس باب میں حضرت آدم کی پیروی ہر آدمی کے لئے اور حضرت صدیق کی پیروی ہر سنی کے لئے کافی ہے اور فقہا تو اس فعل کو مستحب کہہ ہی چکے ہیں۔ (شامی) اور اس حدیث کے منکروں نے تو مسند

الفردوس چھاپتے ہوئے اسے خارج کر کے ہی دم لیا ہے۔ والی اللہ المشتکی

حدیث نمبر۲۶۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال کنت اعرف انقضاء صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتکبیر

(بخاری: ۸۴۲، مسلم: ۱۳۱۶ مشکوۃ صفحہ۸۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ مجھے پتہ چل جایا کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پوری ہونے کا، اللہ کی بزرگی بیان کرنے سے۔

نوٹ: یہاں سے نماز کے بعد ذکر (بلند آواز سے ذکر کرنے) کا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ اکبر کے علاوہ دیگر ذکر اذکار بھی روایات میں ملتے ہیں اگر ذکر بالجہر مطلقاً ناجائز ہوتو تکبیرات تشریق، نعرے اور اذان وغیرہ بھی منع ہوں۔

حدیث نمبر ۲۷:

اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء

(ابو داؤد: ۳۱۹۹ ابن ماجہ: ۱۴۹۷ عن ابو ہریرہ مرفوعاً مشکوۃ صفحہ۱۴۶)

ترجمہ: جب پڑھ لو نماز میت پر تو پھر خالص کرو اس کے لئے دعا۔

نوٹ: اس حدیث کا معنی ادھر ادھر سے معلوم کرنے کی بجائے خود حدیث پاک ہی سے معلوم کرنا چاہئے۔ عن ابی ھریرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی المنفوس ثم قال اللھم اعذہ من عذاب القبر

(کنز العمال حدیث نمبر ۴۲۸۴۸، ۴۲۷۵۱) یعنی حضرت ابوہریرہؓ ہی سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے بچے پر نماز جنازہ پڑھی پھر فرمایا اے اللہ!

اسے عذاب قبر سے بچا قرآنی آیت فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ کا معنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت قتادہؓ سے منقول ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگو (التحفة المرغوبة صفحہ ۲۴ از علامہ محمد ہاشم سندھی) صحابہ کرام کا عمل بھی یہی تھا ان کا اجتماعی معمول پیش خدمت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک جنازہ پر پہنچے تو نماز سے لوگ فارغ ہو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ان سبقتمونی بالصلوۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء له (مبسوط سرخسی جلد دوم صفحہ ۶۷) یعنی تم لوگوں نے نماز تو مجھ سے پہلے پڑھ لی دعا مجھ سے پہلے نہ مانگو یہ روایت معناً طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۳۶۹ پر بھی ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص پر چار تکبیر نماز جنازہ پڑھ لی تو چل کر میت کے پاس آئے اور خالص میت کے لئے دعا مانگی اسی طرح کنز العمال حدیث نمبر ۴۲۸۴۴ میں ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفی نے اپنی بیٹی پر چار تکبیر نماز جنازہ پڑھی بعد از اں دو تکبیروں کی مقدار کھڑے ہو کر دعا کرتے رہے پھر فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جنازوں پر ایسا ہی کیا کرتے تھے فقہا کے کلام کی مراد یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑے بغیر اپنی حالت قیام کو برقرار رکھتے ہوئے دعا مانگنے سے نماز میں زیادتی کا شبہ ہوتا ہے اس قسم کے شبہ سے حدیث میں روکا گیا ہے (مشکوۃ صفحہ ۱۰۵) مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھی پھر فاتحہ پڑھی (ترمذی حدیث نمبر ۱۰۲۷ بخاری حدیث نمبر ۱۳۳۵) اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ پر فاتحہ پڑھنا بھی منقول ہے اور حکم بھی منقول ہے۔ (ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۴۹۵، ۱۴۹۶) مگر نماز جنازہ کے اندر سورۃ فاتحہ کی قرأت فرمانا آپ سے ثابت نہیں ہے

یونہی تمام دعاؤں کو ایک ہی نماز جنازہ کے اندر پڑھنا آپ سے منقول نہیں ہے۔

جب کہ دعا بعد نماز جنازہ تو بہر حال ثابت ہے۔

حدیث نمبر۲۸۔

اذا حضرتم المیت فقولو ا خیرا

(ابو داؤد حدیث نمبر۳۱۱۵،نسائی حدیث ۱۸۲۶عن ام سلمه مرفوعاً)

ترجمہ : جب تم میت کے پاس آجاؤ تو پھر نیک بات ہی کہتے رہو۔

نوٹ : حضرت ام سلمہ ہی سے مروی ہے کہ جب تم میت کے پاس آجاؤ تو کہو کہ

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(کنز العمال حدیث ۴۲۱۶۸،۴۲۵۷۸)

یعنی تسبیح وسلام اور الحمد پڑھو۔اسی طرح (کنز العمال حدیث نمبر ۴۲۵۷۱)

حضرت انسؓ سے یوں مروی ہے کہ اکثرو فی الجنازة قول لااله الاالله یعنی جنازہ میں کلمہ شریف بکثرت پڑھو گویا الحمد، درود وسلام، تسبیح، کلمہ، ذکر کرتے رہنا چاہئے۔

حدیث نمبر۲۹۔

نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یجصص القبر و ان یقعد علیه وان یبنی علیه (مسلم حدیث نمبر ۲۲۴۵ عن جابر مشکوة صفحه ۱۴۸)

ترجمہ : (تنزیہاً) نہی فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونا کرنے سے (یعنی پختہ کرنے سے) اور اس کے اوپر بیٹھنے سے اور اس کے اوپر بناء کرنے سے۔

نوٹ : ترمذی میں یوں ہے۔ نهی رسول الله ان يجصص القبور وان يكتب عليها وان توطاء (مشکوۃ صفحہ ۱۴۸،۱۴۹) اس سے ظاہر ہوا کہ قبروں پہ لکھنا اوران پہ پاؤں رکھنا خلاف اولیٰ ہے ان يبنى عليه کی بجائے اویزاد بھی آیا ہے (ابوداؤد) اس کی مزید وضاحت کنز العمال کی حدیث نمبر ۴۲۹۱۲ کے متبادل الفاظ وان يجعل عليها تراب من حفرتها تھا (اور یہ کہ اوپر مٹی ڈالی جائے گڑھے کی مٹی کے علاوہ) سے ہورہی ہے۔ جب منع اور جواز کی دونوں طرح کی حدیثیں موجود ہوں تو ممانعت کو تنزیہی ماننا چاہئے جواز کی روایات ملاحظہ ہوں نبی پاک صلی الله عليه وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کو دفن کرنے کے بعد سر کی جانب بھاری پتھر رکھا اس کو پہچان کے لئے علامت قرار دیا۔ (ابوداؤد: ۳۲۰۶، مشکوۃ صفحہ ۱۴۸) اور یہ قبر اتنی اونچی تھی کہ دور عثمان غنی میں اس قبر جتنا جمپ لگانے والا جوان گنا جاتا تھا۔ (بخاری باب الجريدة على القبر) حضرت ابوالہیاج اسدی کی حدیث (مشکوۃ صفحہ ۱۴۸) جو اونچی قبروں کو گرا کر زمین کے برابر کرنے سے متعلق ہے وہ مشرکوں کی قبروں سے تعلق رکھتی ہے ورنہ حضرت علیؓ اس قبر کو کب کا زمین برابر کر چکے ہوتے البتہ بہتر یہ ہے کہ قبر ایک بالشت اونچی کوہان نما ہو۔ حضرت ابن عمرؓ سے قبر پر بیٹھنا ثابت ہے (بخاری قبل از حدیث ۱۱۶۳) حضرت علیؓ سے قبر پر لیٹنا ثابت ہے۔ (موطا امام مالک) اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نائب حضرات (ابوبکرؓ وعمرؓ) کی قبروں کا مکان کے اندر بنایا جانا صحابہ کرام کے اجماع سے وقوع پذیر ہوا ہے تو یہ بھی باعث ہدایت ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ روضہ کے اندر قبر کا ہونا حضرت جابر کی حدیث کے خلاف نہیں ہے ورنہ حضرت جابر ضرور یہ حدیث اس

وقت پیش فرماتے بالفرض اگر نبی پاک کی قبر حضرت جابر کی بے خبری میں بن گئی تھی تو وہ شیخین کی قبریں نہ بننے دیتے قبر کے عین اوپر چراغ رکھنے کے خلاف جو حدیث ہے (مشکوۃ صفحہ ۷۱) اس کا راوی ابوصالح باذام ائمہ فن کے نزدیک ضعیف ہے ورنہ بوقت ضرورت تو چراغ کو عین قبر کے اندر لے جانا بھی ثابت ہے۔

(ترمذی: ۱۰۵۷، مشکوۃ صفحہ ۱۴۸)

حدیث نمبر ۳۰۔

لقنوا موتاکم لا اله الا الله

(کنز العمال حدیث نمبر ۴۲۱۶۰، مسلم: ۲۱۲۳ مشکوۃ صفحہ ۱۴۰)

ترجمہ: (مجازی معنی) اپنے قریب المرگ زندوں کو لا اله الا الله کی تلقین کرو۔

(حقیقی معنی) اپنے (قریب الحساب) مردوں کو لا اله الا الله کی تلقین کرو۔

نوٹ: یہ دونوں معنی درست ہیں دونوں معانی مفصل احادیث میں ملتے ہیں حقیقی معنی کے لئے کنز العمال میں حدیث نمبر ۴۲۳۹۸ تا ۴۲۴۰۰، ۴۲۹۲۷ میں طبرانی وغیرہ کے حوالہ سے حضرت ابوامامہ کی روایات ملتی ہیں۔ جن میں دفن کے بعد میت کو مخاطب کر کے یاد دلایا جاتا ہے کہ اللہ تیرا رب ہے محمد صلی الله علیه وسلم تیرے نبی ہیں اور اسلام تیرا دین ہے دفن کے بعد کچھ دیر تسبیح و تکبیر پڑھتے رہنا بھی مفید ہے اور ثابت ہے (مشکوۃ صفحہ ۲۶) تلقین کی خاطر دیگر ذکر اذکار کے علاوہ اذان بھی مفید ہے جو تنہائی میں پریشانی اور وحشت بھی دور کرتی ہے آس پاس بھی کہیں کسی قبر میں آگ ہو تو اسے بجھانے میں بھی مددگار ہے شیطان کے شر سے میت کو بچانے میں مددگار ہے کیونکہ اذان سے شیطان کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے وہ اس کے خلاف وسوسے ڈالتا ہے

حدیث نمبر ۳۱:

عن عثما ن بن عبداللّٰه بن موهب قال ارسلني اهلي الى ام سلمة بقدح من ماء وكان اذا اصاب الانسان عين اوشئي بعث اليها مخضبة فاخرجت من شعر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وكانت تمسكه في جلجل من فضة فخضخضته له فشرب منه

(بخاری : ۵۸۹۶ مشکوۃ صفحہ ۳۹۰،۳۹۱)

ترجمہ : حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا مجھے میرے گھر والوں نے حضرت ام سلمہؓ کے پاس پانی کا برتن دے کر بھیجا اور جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کچھ ہو جاتا تو آپ کے پاس پانی کا برتن بھیجا جاتا تھا۔ پس آپ رسول اللہ کے بال مبارک نکالتیں جو آپ نے چاندی کے گھنگھرو میں سنبھالے ہوئے تھے پھر ملا کر خوب ہلاتیں تو پھر وہ پانی پیتا۔

نوٹ : اسی طرح حضرت اسماء بنت ابوبکر کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک تھا۔ اسے دھو کر مریضوں کو شفا کے لئے پانی پلایا جاتا تھا۔ (مسلم ، مشکوۃ صفحہ ۳۷۴) بوقت حجامت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بال مبارک صحابہ کو تقسیم کرنا ثابت ہے (بخاری ، مسلم، مشکوۃ صفحہ ۲۳۲ عن انس) ظاہر ہے کہ یہ تبرک کی غرض سے تھا اسی طرح کفن میں بھی آپ اپنا کوئی مقدس کپڑا شامل ہونے کے لئے دے دیتے تھے۔ (مشکوۃ صفحہ ۱۴۳) حتی کہ منافق عبداللہ بن ابی کے مرنے پر اس کے بیٹے (جو سچا مومن تھا) کی درخواست پر اپنی بابرکت قمیص اس کے کفن کے لئے عطا فرمائی تاہم چونکہ منافق آپ کی برکت ذات اور وسیلے کا منکر تھا اس لئے

برکت اس کے لئے ظاہر نہ ہوئی آپ سے منقول ہے کہ میری قمیص اور نماز اسے اللہ سے بے نیاز نہیں کریں گی اور قسم اللہ کی مجھے امید ہے کہ اس سے اس کی قوم کے ہزار بندے اسلام قبول کرلیں گے (تفسیر معالم التنزیل) یوسف علیہ السلام کی قمیص کی برکت سے یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹ آئی تھی۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا

(یوسف :۹۳) حضرت انس بن مالک کے پاس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عصا شریف اور ایک موئے مبارک تھا انہوں نے موئے مبارک زبان کے نیچے اور عصا مبارک کفن میں رکھنے کی وصیت فرمائی (الجامع الرضوی صفحہ ۸۰۱) حضرت امیر معاویہ کے پاس آپ کا قمیص مبارک کچھ ناخن مبارک اور موئے مبارک تھے انہوں نے قمیص مبارک کو کفن کے اندر اور موئے مبارک کو منہ میں آنکھوں پر اور مقامات سجدہ پر رکھنے کی وصیت فرمائی (الجامع الرضوی صفحہ ۸۰۱ بحوالہ استیعاب اکمال صفحہ ۶۱۷) حضرت عمر نے حضرت علی سے حدیث قدسی لکھوائی کہ ان عمر ابن الخطاب سراج اهل الجنة (بے شک عمر بن خطاب اہل جنت کے چراغ یا سورج ہیں) پھر یہ بابرکت تحریر اپنے کفن میں رکھنے کی وصیت فرمائی (الریاض النضرہ، ازالہ الخفاء بحوالہ سفینہ نوح جلد اول صفحہ ۱۶، تکریم المومنین صفحہ ۶۹ از نواب صدیق حسن بھوپالی) کثیر ابن عباس نے اپنے کفن پر خود کلمہ شہادت لکھا (الجامع الرضوی صفحہ ۸۰۱ بحوالہ مصنف عبدالرزاق وطبرانی وابونعیم) حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حدیث مرفوع لکھی ہے۔ جس میں کلمات توحید پر مبنی ایک تحریر کفن میں رکھنے کی ترغیب ہے (الجامع الرضوی صفحہ ۲۔۸۰۱) ان برکت والی روایات کو محض قیاس سے رد کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۲:

ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امی افتلتت نفسھا و اظنھا لو کلمت تصدقت فھل لھا اجر ان تصدقت عنھا قال نعم

(بخاری: ۱۳۸۸، ۲۷۶۰ الجامع الرضوی صفحہ ۹۵۱)

ترجمہ : بے شک ایک شخص (سعد بن عبادہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری ماں اچانک فوت ہوگئی میرا گمان ہے کہ اگر وہ کلام کرتی تو صدقہ کرتی تو کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے ثواب ملے گا؟ فرمایا ہاں۔

نوٹ : اس نے فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناتے ہوئے اپنا باغ صدقہ کردیا (بخاری: ۲۷۵۶، ۲۷۶۲، ۲۷۷۰ جامع الرضوی صفحہ ۹۵۱) ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے یہ بھی پوچھا کہ افضل صدقہ کونسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا پانی تو اس نے کنواں کھدوایا اور کہا **ھذہ لام سعد** یعنی یہ ام سعد کے لئے ہے (ابو داؤد ۱۶۸۱ مشکوۃ صفحہ ۱۲۹) یعنی صدقہ (عبادت) اللہ کے نام پر ہے اور ثواب ام سعد کے نام پر ہے۔ حضرت حسن سے پوچھا گیا کہ مسجد کے سقایہ سے پانی پینا کیسا ہے حالانکہ یہ صدقہ ہے تو حضرت حسن نے فرمایا کہ بے شک ابوبکر و عمر نے سقایہ ام سعد سے پانی پیا (کنز العمال حدیث نمبر ۱۷۰۷۶) اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بمعہ اصحاب ایک عورت نے اپنے شوہر کی تدفین کے بعد اپنے گھر پر بلایا تو آپ بمع اصحاب کے کھانا کھانے کے لئے تشریف لے آئے (مشکوۃ صفحہ ۵۴۴) مگر چونکہ گوشت والی بکری کی خرید مالک کی بجائے اس کی بیوی سے ہوئی تھی اس لئے کھانا قیدیوں کو بھیجا گیا پھر یتیموں کے مال کا خیال کتنا اہم ہے از خود بن

بلائے کھانا کھانے کے لئے میت کے گھر جمع ہو جانا نیاحت و ناجائز ہے۔(ابن ماجه جامع الرضوی صفحہ ۷۰۹) حضرت طاؤس تابعی صحابہ کرام کا نظریہ و عمل یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ بے شک مردے سات روز تک اپنی قبروں میں آزمائے جاتے ہیں تو صحابہ کرام سات روز تک ان کی طرف کھانا کھلانا مستحب جانتے تھے۔(شـــــرح الصدور صفحہ۵۷بحوالہ امام احمد وابو نعیم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار کی وفات پر آل جعفر کے لئے اوروں کو کھانا پکانے کا حکم دیا تھا(مشکوۃ صفحہ۱۵۱) جب کسی بھی موقع پر افراد زیادہ ہوتے اور اشیائے خورد و نوش کم ہوتیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ کچھ عموماً ان پہ پڑھتے اور دعائے برکت فرمانے کے بعد تقسیم فرماتے تھے چنانچہ مختلف مواقع کے لئے ملاحظہ ہوں۔ (مسلم عن ابو هریره ، مشکوة صفحہ۵۳۸وغیرہ) حضرت ماعز بن مالک کی وفات کے دوسرے یا تیسرے دن آپ تشریف لائے تو لگ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے سلام فرمایا پھر بیٹھ گئے اور سب کو فرمایا استغفروا لماعز بن مالک یعنی ماعز بن مالک کی مغفرت کے لئے دعا کرو۔(مسلم : ۴۴۳۱ عن بریده ، مشکوة صفحه ۳۱۰) یاد رہے کہ اجتماع مسلمین تلاوت و ختم قرآن، تقدیم عمل صالح وصدقہ، حمد وصلوۃ (فاتحہ ودرود) اور دونوں ہاتھ اٹھانا اور پھیلانا دعا کے آداب واسباب قبولیت سے تعلق رکھتے ہیں۔(حصن حصین صفحہ۱۲،۱۰) نیز تیسرے دن آل جعفر طیار کے گھر تشریف لے جا کر آپ کا ان کو وعظ و نصیحت کرنا بھی ثابت ہے اور اس موقع پر دعائے خیر کرنا بھی منقول ہے (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۲۷۶) اور تقسیم ورثہ کے وقت (تیجہ یا چہلم وغیرہ کے موقع پر) رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں کو کھانا کھلانا اور وعظ

ونصیحت کرنا قرآنی تعلیم کے مطابق ہے۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (سورۃ النساء :۸) روحوں کو ایصال ثواب کے لئے جمعرات کو اپنے گھر کو متوجہ ہونا اور آثار روایت میں موجود ہے۔ (اشعة اللمعات جلد اول صفحہ ۷۱۶، احوال الآخرت صفحہ ۲۰، ۲۱ از حافظ محمد لکھوی) جمعرات کو اہل ایمان کے لئے خاص دعائے استغفار کرنا یعقوب علیہ السلام سے ثابت ہے۔ سوف استغفر لکم ربی کی تفسیر ترمذی کی حدیث نمبر ۳۵۷۰ میں جمعرات سے کی گئی ہے۔ نیز اس حدیث میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سات جمعرات تک نفلی نماز اور حمد وصلوۃ یعنی فاتحہ ودرود اور موجود ومرحوم اہل ایمان کے لئے مغفرت کی دعا کرنا اور دعائے حفظ القرآن کرنا خالی نہیں جاتا۔ اسی طرح عید عاشورا، شب برات اور شب قدر کو بھی روحوں کا آنا منقول ہے (دقائق الاخبار از امام غزالی، کشف الغطا انواع بارک اللہ از مولوی محمد لکھوی) سورۃ القدر کی آیت تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے۔ چالیس دن ارض وسما کے متعلقہ حصے مومن صالح کو روتے رہتے ہیں (ترمذی تفسیر سورۃ الدخان :۲۹) چالیس دن گذرنے پر یہ تعلق ٹوٹ رہا ہوتا ہے تو خصوصی ایصال ثواب کا تحفہ بھیج دیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی قبور کی زیارت کو تشریف لے جاتے پھر حضرت ابو بکر صدیق وعمر اور عثمان بھی ایسا کرتے رہے (شرح الصدور سیوطی، بحوالہ بیہقی، نصرۃ الاحباب صفحہ ۱۳۸، ۱۴۰ بحوالہ ابن ابی شیبہ وابن المنذر وابن مردویہ وابن جریر

وتفسیر کبیر وغیرہ) یہاں سے عرس یا برسی ثابت ہے مگر قبر کو عید (کا چاند) نہ بنالو (ابوداؤد) کہ سال کے بعد آکر دیکھا کرو۔ سورۃ فاتحہ گیارہ بار اخلاص، تکاثر، تبارک اور یسین وغیرہ پڑھنے کی روایات ملتی ہیں۔ (شرح الصدور) عاشورا کو روحوں کا ایصال ثواب کی امید لے کر آنا اوپر منقول ہو چکا ہے۔ عاشورا کے دو معنی ہیں غنیۃ الطالبین میں دس محرم کے ساتھ ساتھ دس ذی الحجہ اور دس ربیع الاول کے واقعات کو بھی یوم عاشورا کی حیثیت سے شمار کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہو ا کہ اصطلاحی طور پر تو عاشورا دس محرم ہی ہے مگر لغوی طور پر عاشورا ہر ماہ کی دس تاریخ ہے یعنی دن دسویں کا اور رات گیارہویں کی۔ پس گیارہویں شب کا ایصال ثواب عاشورا کے لغوی معنی کا لحاظ رکھتے ہوئے ہے اور یہ صاحب غنیۃ الطالبین کی تحقیق کے عین مطابق ہے۔ ہر چند کہ عاشورا کو روحوں کا آنا اور دس ذی الحجہ وغیرہ کا لغوی عاشورا ہونا دونوں کی روائتیں ضعیف ہیں تاہم قیاس سے بڑی ہیں اور اس دن روحوں کے امید لے کر آنے کا ضعیف سے ضعیف احتمال بھی ایصال ثواب کرنے کے لئے کافی ہے۔

منکرین کو ایصال ثواب نہیں ہوتا اس لئے وہ صدقہ وغیرہ کا تکلف نہ کیا کریں۔ حدیث پاک میں ہے کہ اگر وہ ماننے والا (مسلم) ہوتا تو تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے صدقہ کرتے یا حج کرتے اس کا ثواب اس کو پہنچتا (ابوداؤد: ۲۸۸۳ مشکوۃ صفحہ ۲۶۶) یونہی قرآن خوانی سے بھی ماننے والوں کو رحمت ملتی ہے اور ظالموں کو خسارا۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا

(۸۲:۱۷) اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

حدیث نمبر ۳۳۔

عن زارع و كان فی وفد عبدالقيس قال لما قدمنا المدينة فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنتقبل يد رسو ل الله صلى الله عليه وسلم ورجله

(ابو داؤد:۵۲۲۵،مشکوۃ صفحہ۴۰۲)

ترجمہ : حضرت زراع سے مروی ہے جو عبدالقیس کے وفد میں تھے کہ جب ہم مدینہ آئے تو اپنی سواریوں سے جلدی اترنے لگے پھر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔

نوٹ : یہودیوں نے بھی آپ کے ہاتھ، پاؤں چومے (مشکوۃ صفحہ ۱۷) حضرت زراع بن عامر کو پتہ چلا کہ یہ رسول اللہ ہیں تو انہوں نے آپ کے ہاتھ، پاؤں چومے (ادب المفرد ، بخاری) حضرت صہیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی مرتضی کو حضرت عباس کے ہاتھ، پاؤں چومتے دیکھا (ادب المفرد بخاری) ایک اعرابی نے ایک معجزہ دیکھا تو آپ کو سجدہ کرنے کی اجازت مانگی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا پھر اس نے ہاتھ، پاؤں چومنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت دے دی۔(الشفا جلد اول صفحہ ۱۹۶ قاضی عیاض) حضرت جابر بن عبداللہؓ نے جب امام محمد باقر علیہ السلام کے ہاتھ چومے پھر پاؤں چومنے ہی لگے تھے کہ امام محمد باقر فوراً احتیاطاً پرے ہوگئے (شواھد النبوۃ صفحہ ۱۸۱ از علامہ جامی) قدم بوسی کو سجدہ سمجھنا جہالت ہے۔اسی طرح قبر بوسی کو سجدہ قرار دینا بھی نااہل کا کام ہے۔ایک دن مروان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوا (جو زمین سے صرف ایک بالشت اونچی تھی) تو اس نے ایک شخص کو قبر انور پر چہرہ رکھے ہوئے دیکھا تو اس کی گردن پہ

ہاتھ ڈالا اور اسے کہا ''کیا تو جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ اس شخص نے کہا ''ہاں'' اور پھر جب دیکھا تو وہ حضرت ابوایوب انصاریؓ تھے۔ پھر آپ نے (یعنی حضرت ابوایوب انصاریؓ نے) فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں نہ کہ کسی پتھر کے پاس اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''مت رونا دین پر جب اس کے والی اہل ہوں مگر رونا دین پر جب اس کے والی وحکمران نااہل ہوں'' (مسند احمد ،مستدرک حاکم) اور اب تو مروان سے بھی زیادہ نااہل لوگ حکومت و دین پر قبضہ جما چکے ہیں جو نہ تو بوسے اور سجدے میں فرق جانتے ہیں اور نہ ہی عشق وشرک میں تمیز رکھتے ہیں تو آج دین پر زیادہ رونے کا وقت ہے۔

حدیث نمبر ۳۴:

عن ابی قتادہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم الاثنین فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علی

(مسلم: ۲۷۵۰ ، مشکوۃ صفحہ ۱۷۹)

ترجمہ : حضرت ابوقتادہ سے مروی ہے کہ آپ سے سوموار کے دن روزہ کے بارے میں سوال ہوا۔ فرمایا اس دن میرا میلاد ہے اور اس دن مجھ پر وحی آئی۔

نوٹ : دن منانے کا حکم دیا ہے کہ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ اور انہیں اللہ کے خاص دن یاد دلایا کرو (سورۃ ابراھیم: ۵) ہر نبی کا یوم ولادت اور یوم وصال نزول سلامتی کا دن ہے اور اس پہ سلام پڑھنے کا دن ہے۔

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا

وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا

(سورۃ مریم :۳۳،۱۵) موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی کا دن مناتے ہوئے یہودی ہر سال دس محرم کو روزہ رکھتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کا کامیابی کا دن مناتے ہوئے دس محرم کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا اور ساتھ ہی یہودیوں کی مشابہت سے بچنے کے لئے ایک روزہ پہلے یا بعد میں رکھنے کی تعلیم دی (کنز العمال حدیث نمبر ۲۴۲۱۶) عیسیٰ علیہ السلام پر آسمانی کھانا اترا تو وہ ان کے دور اول میں اور دور آخر میں عید کا دن قرار پایا۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا

(سورۃ مائدہ:۱۱۴) کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہمارے پاس آئے اور ہم اس کی آمد کا جشن نہ منائیں یہ قطعاً درست نہیں ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر سن کر ابولہب نے خوشی منائی تو اسے بھی فائدہ ملتا ہے (بخاری) تو پھر خوشی منانے والا مسلمان کیونکر محروم رہ سکتا ہے۔ربیع الاول ہی میں سوموار کو وفات کا ہونا تو ثابت ہے مگر وفات کا غم صرف تین دن تک ہے اور زیادہ سے زیادہ بیوہ کا سوگ بھی عدت تک ہوتا ہے (مشکوۃ صفحہ ۲۸۹) اس کے بعد غم منانا ممنوع ہوجاتا ہے مگر خوشی منانے کا حکم باقی رہتا ہے۔حضرت مجاہد تابعی سے مروی ہے کہ ابلیس چار بار رویا ہے جب لعنتی کر کے نکالا گیا جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد مبارک ہوا۔ جب آپ کی بعثت مبارک ہوئی۔جب سورۃ فاتحہ شریف نازل ہوئی (المولد الروی صفحہ ۸۸) اسی لئے علماء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحمتیں فرمائے اس شخص پر جو اس ماہ مبارک کی ہر رات عید منائے تاکہ بیمار دل پر گراں گزرے (ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۵۵)

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اہل اسلام شروع اور ہمیشہ سے ربیع الاول میں میلاد شریف کی خوشی میں محافل منعقد کرتے چلے آرہے ہیں (المواهب للدنيه ،ماثبت بالسنة صفحہ ۱۵۵) اور جشن آمد رسول کے سلسلے میں بارہ ربیع الاول کو اہل مدینہ کا جلوس اوپر حدیث نمبر ۲۰ میں ذکر ہو چکا ہے اور ۱۲ ربیع الاول کو ولادت باسعادت کی روایت حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عباس سے ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح نقل کی ہے۔

(البدايه والنهايه ،السيرة النبوة از ابن كثير) ۹ ربیع الاول کی کسی صحابی، تابعی یا محدث سے کوئی سند نہیں ملتی۔ یہ محمود پاشا مصری کی محض بخومیانہ تحقیق ہے صحیح سند کی حدیث کو محض ایک نجومی کے شگوفے پر قربان کرنا عجیب حرکت ہے۔ نجومی کی خبر شرعاً رویت ہلال کا متبال نہیں ہے۔

۹ ربیع الاول کو حضرت عمرؓ کے مخالف اپنے ہیرو ابولولو فیروز کی کسی خوشی کا دن عید شجاع کے نام سے مناتے ہیں (امامیہ جنتری، تحفہ اثنا عشریہ) عجب نہیں کہ محمود پاشا مصری ان کا آلہ کار بن گیا ہو۔

حدیث نمبر ۳۵:

ان مما اخاف عليكم رجل قرأ القرآن حتى اذا رؤيت بهجتة عليه وكان رداؤه الاسلام اعتراه الى ماشاء الله انسلخ منه ونبذوراء ظهره وسعى على جاره بالسيف ورماه بالشرك قال قلت يانبى الله ايهما اولى بالشرك المرمى او الرامى ؟ قال بل الرامى .هذا اسناد جيد

(تفسير ابن كثير جلد دوم ۲۶۵، بحوالہ ابو يعلى عن حذيفه بن يمان ، صحيح ابن حبان ، مسند البزار ،مشكل الآثار ، معجم كبير ، مسند شاميين)

ترجمہ: بے شک وہ افراد جن کا مجھے تمہارے خلاف خوف ہے ان میں ہر وہ مرد بھی ہے کہ قرآن پڑھے گا اس کا رنگ اپنائے گا۔ اسلام اس کا اوڑھنا بچھونا ہوگا۔ اللہ اپنی مشیت سے اسے اسلام سے نکال دے گا اور وہ اسلام کو پس پشت ڈال دے گا اور پڑوسی مسلمان کے قتل کے درپے ہوگا اور پڑوسی مسلمان کو مشرک کہے گا میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! مشرک کا فتویٰ کس کے لئے صحیح ہوگا۔ فتویٰ کی زد میں آنے والے پر یا فتوی باز پر فرمایا کہ فتوی باز پر (یعنی دوسرے مسلمانوں کو مشرک کہنے والے خود ہی مشرک ہوں گے اور وہ جہاد کے نام پر مسلمانوں کو قتل کریں گے)

نوٹ: دوسری جگہ آپ نے پیش گوئی فرمائی ہے کہ میری امت کے لوگ شمس وقمر پتھر اور وثن کی عبادت نہیں کریں گے بلکہ وہ ریا کاری (شرک خفی) کریں گے (مشکوۃ صفحہ ۴۵۵،۴۵۶ باب الریا والسمعه احمد وبیهقی عن شداد بن اوس مرفوعاً)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم تم میرے بعد شرک نہیں کرو گے۔

(بخاری:۱۳۴۴،۳۵۹۶،۴۰۴۲،۴۰۸۵،۶۴۲۶،۶۵۹۰ مسلم:۵۹۷۶،۵۹۷۷)

امت کی اکثریت کو مشرک و بت پرست قرار دینا نبی پاک کی پیش گوئی جھٹلانا ہے ہاں قرب قیامت کے وقت ایک ہوا چلے گی جس سے تمام ایماندار روئے زمین سے اٹھا لئے جائیں گے حتی کہ ذرہ برابر ایمان والے بھی اٹھا لئے جائیں گے۔ (مشکوۃ صفحہ ۴۸۱) پھر عرب میں ذو الخلصہ بت کی پوجا شروع ہوگی اور عورتیں بھی اس کا طواف کریں گی (مشکوۃ صفحہ ۴۸۱) اب اس ہوا سے پہلے کا دور ہے۔ جمہور امت کو مشرک کہنے والے علما و مجاہدین ان حدیثوں کی روشنی میں اپنے مشرک، مشرک کے فتوؤں پر نظر ثانی کریں اور نبی پاک کی پیش گوئی کو نہ جھٹلائیں۔ اسی طرح نبی پاک

نے دعا مانگی کہ اللھم لاتجعل قبری وثنا یعبد

(موطا امام مالک صفحہ ۱۶۹۔ مترجم مشکوۃ صفحہ ۷۲)

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا ہو۔ جب آپ مستجاب الدعوات ہیں تو پھر مان لیں کہ آپ کی قبر مبارک کو آج تک کسی نے وثن و بت نہیں بنایا ہے اور نہ ہی آج تک آپ کی عبادت کی گئی ہے تو ان کے روضہ کو صنم اکبر کہنا اور جمہور امت کو ان کو ان کا پجاری کہنا اور مشرک کہنا جہالت ہی نہیں بلکہ ظلم بھی ہے۔ بلکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فلا تکفر وھم بذنب ولا تشھدو ا علیھم بشرک (کنز العمال حدیث ۳۰، بحوالہ ابن النجار عن ابن عمرؓ) مسلمانوں کو گناہ کی وجہ سے کافر نہ قرار دو اور مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ بھی نہ لگاؤ۔

حدیث نمبر ۳۶:

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد

(بخاری، مسلم عن عائشه مرفوعا، مشکوۃ صفحہ ۲۸)

ترجمہ: جس نے نیا کام نکالا ہمارے اس دین میں ایسا جو دین سے مستنبط نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

نوٹ: جس کی اصل دین میں پائی جائے وہ اصطلاحی بدعت نہیں ہے اگرچہ بظاہر نیا کام ہو اور مسکوت عنہ ہونا یعنی شریعت کا اس بارے میں خاموش ہونا بھی ایک اصل ہے ایسے فعل کا کرنا یا نہ کرنا معاف اور مباح ہے (ابن ماجه، ترمذی، مشکوۃ صفحہ ۳۶۷ عن سلمان) لہذا مسکوت عنه اور معاف کو ممنوع کہنا خلاف اصل ہے۔ اصطلاحی بدعت سے دین کی ایک اصل اور سنت قطع ہو جاتی ہے یعنی بدعت

اصطلاحی سے سنت اٹھ جاتی ہے (مشکوۃ صفحہ ۳۱) حضرت ابوبکر و عمر نے قرآن پاک کو کتابی شکل میں جمع کرنے کو بظاہر نیا کام مانا مگر اسے کار خیر اور نیکی کہا (بخاری حدیث نمبر ۴۹۸۶ ترمذی نمبر ۳۱۰۳، مشکوۃ صفحہ ۱۹۳) حضرت عمر نے ماہ رمضان کی ہر رات باجماعت تراویح کا اہتمام کیا اور اسے ''اچھی بدعت'' قرار دیا یعنی ایسا فعل جو بظاہر بدعت مگر حقیقتاً اچھا ہے (بخاری حدیث نمبر ۲۰۱۰، مشکوۃ صفحہ ۱۱۵) حضرت عبداللہ بن عمر نے تلبیہ حج کے مسنون الفاظ پر کئی الفاظ کا اپنی طرف سے مستحسن اضافہ کیا ہوا تھا۔ (مسلم حدیث ۲۸۱۲، ابو داؤد حدیث ۲۸۱۲، ترمذی ۸۲۵۵۷) اسی طرح ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کے الفاظ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سکھائے بلکہ محدثین کی ایجاد ہیں اور دین کا جزو بن چکے ہیں اور ثواب سمجھ کر پڑھے جاتے ہیں اسی طرح لفظ ''حضرت'' کا استعمال ہے اسی طرح ''رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ'' کی دعا کا حال ہے۔ دور رسالت میں کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ملنا عدم اطلاع ہے اور کام کے نہ ہونے کی اطلاع ملنا اطلاع عدم ہے۔ ان دونوں کو ایک سمجھنا درست نہیں۔ اطلاع کچھ نہیں ملی مگر کہہ رہے ہیں کہ دور رسالت میں یہ کام نہ ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ لہذا یہ کام بدعت ہے۔ حالانکہ اطلاع عدم کے دعوی کے لئے علم محیط کی ضرورت ہے مگر ان کی نظر تو صرف صحاح ستہ بلکہ صرف مشکوۃ پر بھی پوری نہیں ہوتی کما لا یخفی علی الباحث پھر رسول کریم کے کسی کام کے نہ کرنے کی وجہ دیگر مصروفیات یا عدم توجہ یا عدم ضرورت یا کسر نفسی و تواضع یا غلط فہمی نو مسلماں یا خدشہ فرضیت برامت یا بطور شفقت برامت یا عدم عادت وغیرہ ہونا بھی ہوسکتی ہے یا وہ کام کسی عمومی حکم کے تحت آنے کی وجہ سے آپ نے نہ کیا ہو۔

الغرض محض عدم فعل کو دلیل منع ٹھہرانا غلط ہے ہاں ممانعت کے خارجی قرائن ملتے ہوں تو پھر عدم فعل کو بھی دلیل منع کہنا ممکن ہے کیا دیکھتے نہیں کہ حضرت معاذ بن جبل کتاب وسنت میں بات نہ ملنے پر بدعت ضلالت کا فتوی نہیں لگاتے بلکہ اپنی اجتہادی رائے پر فیصلہ کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس اصول کے سننے پر اللہ کی حمد کرتے ہیں اور انہیں یمن کے صحابہ وتابعین پر قاضی بنا کر بھیجتے ہیں۔ (مشکوۃ صفحہ ۳۲۴) اس طرح اہل یمن کو اس مجتہد صحابی کی تقلید شخصی کا حکم ہو رہا ہے۔ **فقاهت في الدين** حاصل کرنے والا اپنے علاقہ میں جا کر نذیر بنے۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ (سورۃ توبہ:۱۲۲) اہل الذکر سے سوال کرو فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ (سورۃ الانبیاء:۷) اولی الامر کی پیروی کرو

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

(سورۃ نساء:۵۹) اولی الامر مستنبط ومجتہد ہیں۔

اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (سورۃ نساء:۸۳)

ہر مجتہد کی سبیل سُبلِ ھدیٰ میں سے ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورۃ عنکبوت:۶۹)

ان میں سے ایک سبیل کا اتباع کرو۔ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (سورۃ لقمان:۱۵) لہذا مسلمان کو لازم ہے کہ یا تو وہ مجتہد بنے یا مجتہد کی سبیل کا متبع بنے۔

چنانچہ بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی

دارقطنی ، طحاوی ، زیلعی ، نووی وغیرہ میں سے (تاریخ گواہ ہے) کوئی شافعی تھا کوئی حنبلی اور کوئی حنفی اور کسی میں جزوی طور پر اجتہادی شان نظر آتی تھی مگر آج دور بدل گیا جاہل مجتہد بن گئے ۔ خواہش نفس اور حدیث نفس کی پیروی کرنے لگے ۔ عبادت تھوڑی کرنے کے لئے منسوخ ومرجوع وضعیف روایات چن چن کر جمع کیں ان کا مجموعہ دین بنایا۔ عادت نوافل سے روکا ، وتر ایک لیا ، تراویح آٹھ لیں ، تہجد رخصت کی ، تین میل سفر پر بھی نماز قصر کی اور کیا جو چاہا۔

حدیث نمبر ۳۷۔

قال عبدالله بن مسعود الا اصلی بکم صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی ولم یرفع یدیه الافی اول مرة

(ترمذی ،نسائی ، ابو داؤد) مشکوۃ صفحہ ۷۷

ترجمہ : کہا حضرت عبداللہ بن مسعود نے کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں تو آپ نے نماز پڑھی اور رفع یدین نہ کیا مگر پہلی بار۔ (امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور ایک نسخہ میں حسن صحیح کہا ہے ۔ نیز ابن حزم، احمد شاکر اور البانی وغیرہ نے بھی صحیح کہا ہے ۔ صرف عبداللہ بن مبارک کی سند سے نسائی میں اول مرۃ کے بعد ثم لم یعد کے تفسیری کلمات زائد ہیں مگر جزرفع میں امام بخاری نے امام احمد بن حنبل کے واسطے یحیٰ بن آدم کا قول دیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن ادریس کی کتاب میں عاصم بن کلیب کی حدیث دیکھی اس میں ثُمَّ لَمْ يُعِدِ کے الفاظ نہیں تھے ۔امام بخاری کہتے ہیں کہ فھذا اصح پس یہ روایت صحیح ترین ہے اسی طرح امام نسائی نے اپنے نزدیک سنن نسائی میں صحیح احادیث ہی لکھی ہیں ۔ لہذا یہ صحیح حدیث ہے)

نوٹ : امام ترمذی نے ترک رفع یدین کو غیر واحد (کئی ، متعدد ، جملہ ، ان گنت ، اِکّا دُکّا کو چھوڑ کر باقی) علمائے صحابہ و تابعین کا مسلک بتایا ہے (ترمذی حدیث ۲۴۴) مگر تکرار رفع یدین کو بعض (تھوڑے سے) علماءِ صحابہ و تابعین کا مسلک بتایا ہے۔

(ترمذی حدیث ۲۴۲) حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرح حضرت عمر بھی بغیر رفع یدین کے نماز میں نظر آتے ہیں (طحاوی ، بیہقی ابن ابی شیبہ بسند صحیح) اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی کے تمام اصحاب بھی صرف نماز کے شروع میں ہی رفع یدین کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ، بسند صحیح) مکہ شریف میں حضرت ابن عباس (متوفی ۶۸ هجری) کی زندگی ہی میں یہ حال تھا کہ کوئی نماز کے اندر رفع یدین کرتا تو حیرت سے دیکھا جاتا۔ چنانچہ میمون مکی نے ایسے ہی موقع پر کہا کہ میں نے کسی کو ایسی (رفع یدین والی) نماز پڑھتے نہیں دیکھا ہے (ابو داؤد حدیث نمبر ۷۳۴) مدینہ پاک میں حضرت ابو ہریرہ (متوفی ۵۹ هجری) کا مشاہدہ ہے کہ لوگ نماز کے اندر ہاتھ پھیلائے ہوئے رفع یدین کرنا چھوڑ گئے ہیں (نسائی صفحہ ۸۸۴) چنانچہ اکثر اہل مدینہ کے عمل کی اتباع کرنے والے امام مالک کے نزدیک بھی رفع یدین معروف نہیں ہے (المدونہ الکبری) کوفہ کے بارے میں مزید محمد نصر مروزی کا قول ملاحظہ ہو وہ کہتے ہیں کہ ترک رفع یدین پر اہل کوفہ کا اجماع ہے باقی کسی شہر میں ترک رفع یدین پر اجماع ہو جانا ہمیں معلوم نہیں ہے (التعلیق الممجد صفحہ ۹۱) ترمذی ، ابو داؤد اور نسائی کی مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہو رہا ہے کہ جمہور صحابہ و تابعین کا عمل ترک رفع یدین ہے اور یہی عملی تواتر ہے۔ صحابی اگر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر کے خود ہی اس کے خلاف عمل کرتا ہو تو وہ حدیث منسوخ سمجھی جاتی ہے۔

(کوثر النبی صفحہ ۴۸) نیز حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ نبی پاک تشریف لائے اور ہم نماز کے بیچ رفع یدین کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا ما لی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس ، اسکنوا فی الصلوۃ (مسلم مع نووی صفحہ ۱۸۱) کیا ہوا کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمہارے ہاتھ شمس گھوڑوں کی دمیں ہیں۔ (رفع یدین کی بجائے) قرار سے رہو بیچ عام نماز کے۔

واضح رہے کہ شمس گھوڑا دم کی حرکت کے ساتھ جمع کرتا ہے اپنی ٹانگوں کی حرکت (یعنی باقی بعض یا کل بدن کی حرکت) کو۔ لہذا جب رفع یدین اور حرکت انتقال کو ایک ہی تکبیر سے جمع کیا جائے گا تو کانھا اذناب خیل شمس کی تشبیہ صادق آئے گی۔ ہاں اگر رفع یدین کی علیحدہ تکبیر ہو اور حرکت انتقال کی علیحدہ تکبیر ہو تو یہ اس حدیث سے ممنوع نہیں ہے اسی لئے تکبیر تحریمہ، وتر اور عیدین کے یہ حدیث خلاف نہیں ہے پس عام نماز کے اندر رفع یدین کرنا اب منسوخ اور ممنوع ہے واضح رہے کہ ذی الحجہ ۹ ھ کے موقع پر تعلیمات حج دیتے ہوئے آپ نے حج اور عام نماز کے حوالے سے رفع یدین کے صرف سات مواقع برقرار رکھے جن میں عام نماز کے حوالے سے افتتاحی رفع یدین شامل ہے (سند حسن ہے، مجمع الزوائد ،سند جید ہے نزل الابرار، سند صحیح ہے علامہ عزیزی) اس کے بعد سے لے کر ربیع الاول ۱۱ھ بوقت وفات تک آپ سے یہ متنازعہ فیہ رفع یدین ایک بھی معتبر روایت سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث نمبر ۳۸۔

عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرۃ

(مصنف ابن ابی شیبہ آثار السنن صفحہ ۹۰)

ترجمہ : جناب علقمہ اپنے باپ حضرت وائل بن حجر سے راوی ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے ہوئے نماز میں زیر ناف۔

نوٹ : اس روایت کے مصنف ابن ابی شیبہ میں ہونے کے چشم دید گواہ حافظ قاسم بن قطلو بغا ہیں۔ ابوالمحاسن قائم سندھی نے بھی اپنی چشم دید گواہی پیش کی ہے اور ساتھ ہی اکثر نسخوں میں **تحت السرة** کی موجودگی بتائی ہے۔ حیات سندھی نے سہو کاتب پر مبنی ناقص نسخہ دیکھا ہوگا یا اس کا نہ دیکھنا اسی قبیلے سے تعلق رکھتا ہے کہ جس سے ثناء اللہ امرتسری اور نور حسین گرجاکھی کا دیکھنا تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ ثناء اللہ نے لکھا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات بخاری، مسلم میں ہیں (فتاوی علمائے اہل حدیث جلد سوم صفحہ ۹۱) اور نور حسین گرجاکھی نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث **مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی، دارمی، مسند احمد اور مشکوۃ** کے حوالے دے کر لکھی ہے (**اثبات رفع یدین** صفحہ ۱۹) آپ خورد بین اور طاقتور محدب عدسے سے ان کتابوں کا مطالعہ کریں امرتسری اور گرجاکھی کا مشاہدہ جھوٹا نکلے گا۔

حیات سندھی بھی ان کا راہنما ہے اس کا مشاہدہ اور کشف کیونکر مل سکتا ہے یہ حضرات التباس بصری یا وہم بصری کا شکار ہوئے ہیں۔ نیز نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کو حضرت علی نے سنت کہا ہے (**ابوداؤد، نسخہ اعرابی**) عبدالرحمٰن بن اسحاق کی وجہ ضعف بتائے بغیر اسے ضعیف کہنا جرح مبہم ہے جس کا اعتبار نہیں۔ اسی لئے ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت فرمایا لہذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔ حضرت ابوہریرہ کا بھی یہی موقف ہے (**ابوداؤد**) نماز میں ہاتھ زیر ناف باندھنا حضرت علی کے نزدیک

اخلاق نبوت سے ہے (ابن اعرابی) یہی بات حضرت انس سے بھی مروی ہے۔
(محلی ابن حزم) تابعین ابومجلز اور ابراہیم نخعی بھی نماز میں زیرناف ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں (آثار السنن صفحہ ۹۱) مولوی عبدالروف غیرمقلد نے "القول المقبول فی تخریج وتعلیق صلوۃ الرسول" میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی ہر ایک روایت کی سند کو فرداً فرداً غیر صحیح یا ضعیف ثابت کیا ہے۔ پھر ان میں سنت ہونے یا اخلاق نبوت سے ہونے کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ راوی "میں نے دیکھا" کے لفظ بولتا ہے۔ عورتوں کی تعلیم کی غرض سے ایک آدھ بار ایسا کرنے سے بھی "میں نے دیکھا" کا قول پورا ہو جاتا ہے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے دونوں مشاہدے مروی ہیں۔ نماز میں زیرناف ہاتھ باندھنے کا مشاہدہ تو انہوں نے اپنے بیٹے کو تعلیم فرمایا مگر نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا مشاہدہ انہوں نے اپنی بیوی کو تعلیم فرمایا۔ چنانچہ سنن بیہقی میں ضعیف سند کے ساتھ حدیث موجود ہے کہ حدثنا سعید بن عبدالجبار بن وائل عن ابیہ عن امہ عن وائل بن حجر قال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھض الی المسجد فدخل المحراب ثم رفع یدیہ بالتکبیر ثم وضع یمینہ علی الیسری علی صدرہ
(حاشیہ آثار السنن صفحہ ۸۸) یعنی سعید نے اپنے باپ عبدالجبار سے اس نے اپنی ماں سے اس نے اپنے شوہر وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں حاضر ہوا آپ مسجد تشریف لے گئے محراب میں داخل ہو کر پھر رفع یدین کیا پھر سینے پر بایاں ہاتھ رکھ کر اوپر دایاں ہاتھ رکھا حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے بیٹے اور بیوی کو علیحدہ علیحدہ طریقہ سکھایا ہے۔ سینے پر

ہاتھ باندھنے والی ضعیف روایات حسن لغیرہ ہوکر عورتوں کی تعلیم سے متعلق ٹھہرتے ہوئے ایک آدھ بار کا واقعہ ہیں۔ نیز عورتوں کے لئے سینے پہ ہاتھ باندھنا اجماع وقیاس سے بھی ثابت ہے۔ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت کو عورت مرد کے لئے برابر کہنے والے بھی عورت کی طرح سینے پہ ہاتھ نہیں باندھتے بلکہ وہ سینے سے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں اوراس طرح اپنے دعویٰ کو اپنے عمل سے ہی غلط ٹھہراتے ہیں۔

حدیث نمبر۳۹:

اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین فانه من وافق قوله قول الملائکة غفر له ماتقدم من ذنبه

(موطا امام مالک ،مشکوٰۃ صفحہ۷۹)

ترجمہ: جب امام کہے **غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ** توتم آمین ہی کہو پس بیشک جس کی آمین فرشتوں کے کہنے کے موافق ہوگی اس کے سابقہ گناہ معاف ہوں گے۔

نوٹ: یہ حدیث دو باتوں کی رہنمائی کررہی ہے ایک تو یہ کہ جب امام **غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ** کہے تو مقتدی یہ الفاظ نہ پڑھے یعنی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے بلکہ صرف آمین پڑھے۔ دوسری بات یہ کہ آمین ملائکہ کی آمین کی طرح سری ہونی چاہیے۔ پہلے مسئلے کی وضاحت مختصراً یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

(سورہ اعراف :۲۰۴) جب قرآن کی قرأت ہوتو اپنی سماعت کو ادھر متوجہ کرو اور زبان کو حرکت نہ دو تاکہ تمہیں رحمت (ثواب) ملے۔ کافر نہ احکام کے مکلّف نہ رحمت

وثواب کے مستحق لہٰذا یہ حکم کافروں کو نہیں مسلمانوں کو ملا ہے۔

احادیث کثیرہ میں ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں اتری (زجاجة المصابيح) امام مسلم کے نزدیک حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی الله عنه کی یہ مرفوع حدیث بھی صحیح ہے (مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۴) کہ اذا قرء فانصتوا امام جب قرأت کرے تو چپ رہو۔ اسی طرح امام مسلم کے نزدیک حضرت ابوہریرہ رضی الله عنه کی حدیث بھی صحیح ہے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۴۔ مشکوٰۃ صفحہ ۷۹، ۸۱) جو کہ یوں ہے کہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم زبان کو حرکت نہ دو۔ بخاری میں انصات اور لاتحرک به لسانک کو مترادف بتایا گیا ہے (بخاری حدیث نمبر ۴) غنية الطالبين میں یہ حدیث یوں لکھی ہے کہ واذا قرء فانصتوا واذا قال غير المغضوب عليهم والضالين فقولوا آمين اور جب امام قرأت کرے تو زبان کو حرکت نہ دو اور جب وہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم آمین ہی کہو۔ اسی طرح مقتدی سورۃ فاتحہ زبان سے ادا نہیں کر سکتا سورۃ فاتحہ کی اہمیت کے پیش نظر بعض حضرات نے یہ اجتہاد کیا کہ زبان کو حرکت نہ دے بلکہ اپنے جی (دل) میں تصور کے ساتھ پڑھ لے۔ اقرا بها في نفسک (مسلم) مگر حدیث صحیح و مرفوع میں یہ مسئلہ نبی پاک صلى الله عليه وسلم سے حل شدہ ملتا ہے کہ من کان له امام فقراۃ الامام له قرأة (کتاب الآثار :۸۶ موطا امام محمد حدیث نمبر ۱۱۹ عن جابر بن عبدالله) یعنی جس کا امام ہے تو امام کا قرآن پڑھنا ہی مقتدی کا قرآن

پڑھنا ہے۔ لہذا مقتدی کی طرف سے بھی قرأت ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہہ کر پھر فوراً جو جماعت کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے تو اس کو رکعت مل جاتی ہے اسی لئے وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (سورۃ بقرہ :۴۳) کے حکم میں قیام، سجدہ یا قعدہ کی بجائے رکوع کی تخصیص کی گئی ہے۔ کیونکہ رکوع میں نہ ملنے والے کو پوری رکعت کا فائدہ نہیں ملتا۔ بلکہ صحابہ کرام رکوع سے بھی پہلے آمین میں شامل ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ کے ذمہ صفیں درست کرنے کی ذمہ داری تھی تو آپ امام کو ندا دیتے اور کہتے کہ میری آمین فوت نہ ہونے پائے۔ **کان ابوھریرہ ینادی الامام لاتفتنی بامین** (صحیح بخاری قبل حدیث نمبر ۷۸۰) اسی طرح حضرت بلال سے منقول ہے کہ **انہ قال یارسول اللّٰہ لاتسبقنی بامین** (ابو داؤد حدیث نمبر ۹۳۷) یارسول اللہ! میری آمین نہ رہ جائے اگر **سورۃ فاتحہ** بھی مقتدی کے ذمہ ہوتی تو حضرت بلال اور حضرت ابوہریرہ اپنی اپنی **سورۃ فاتحہ** کو فوت ہونے سے بچاتے نہ کہ صرف آمین کو اسی طرح حدیث میں ہے **اذا من الامام فامنوا** (بخاری:۷۸۰، مسلم:۹۱۵، ابو داؤد:۹۳۶، نسائی:۹۲۹) اور دوسری روایت میں ہے **اذا امن القاری فامنوا** (بخاری:۶۴۰۲ نسائی:۹۲۶، ۹۲۷، ابن ماجہ:۸۵۱، ۸۵۲، مشکوۃ صفحہ ۷۹) دونوں کو ملا کر دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ جماعت میں امام ہی قاری ہوتا ہے اور ان کا معنی یہ ہے کہ جب قاری یعنی امام آمین کہنے لگے تو تم بھی ساتھ آمین کہو۔ لہذا ان روایات میں امَّنَ میں ارادہ آمین کے معنی میں ہے اگر (بالجھر) آمین کہنے کے معنی کوئی لینا چاہے تو معنی یہ ہوگا جب قاری یعنی امام بالجھر آمین کہہ لے تو تم پھر بالجھر آمین کہو۔ مگر اس معنی کا کوئی

بھی قائل نہیں ہے۔ بلکہ حضرت سمرہ بن جذب اور حضرت ابی بن کعب نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھ کر سکتہ کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بیان کرتے ہیں (ابو داؤد:۷۷۹، مشکوۃ صفحہ ۷۸) اور آپ سے تعلیم امت کی خاطر آمین کا جہر و رفع صوت اگر منقول بھی ہے تو صرف اتنا کہ بقول حضرت وائل بن حجر قال آمین فسمعته وانا خلفه (نسائی :۹۳۳) اور بقول حضرت ابو ہریرہ قال آمین حتی یسمع من یلیله من الصف الاول (ابو داؤد:۹۳۴) آپ کے قریب کھڑے ہوئے صف اول کے اندر آپ کی طرف کان لگائے ہوئے صحابہ کا آمین سننا ثابت ہے نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی آمین جہری نہیں ہوتی تھی ورنہ آپ کی اتنی آہستہ آمین صف اول کے مقتدی کیسے سن سکتے تھے؟ منقول ہے کہ ام الحصین نے عورتوں کی صف میں آپ کی آمین سنی۔ یہ جہر بھی برائے تعلیم تھا ورنہ اگر صحابہ کرام بھی ساتھ ہی اونچی آواز کے ساتھ آمین کہتے تو آخری صفوں میں آپ کی آواز علیحدہ کیونکر پتہ چل سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہر تعلیمی کی صوت (آواز) بھی اتنی پست تھی کہ صف اول میں بمشکل سنائی دیتی تھی تو بہ شرط صحت واقعہ ام الحصین کی خداداد اضافی سماعت تھی کہ انہوں نے آخری صف میں آمین سن لی۔ قرآن حکیم میں حکم الٰہی ہے کہ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (سورۃ حجرات : ۲) اپنی آوازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو۔ اس حکم کے ہوتے ہوئے صحابہ کی آمین تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین سے بھی نیچی آواز کے ساتھ ہونی چاہئے۔ حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی آمین ملحقہ صف تک سنی جاتی اور مسجد میں سرسراہٹ پھیل جاتی (ابن ماجہ: ۸۵۳) فیرتج بها المسجد کا ترجمہ یہ کرنا مسجد میں گونج پیدا ہوتی۔ اس لئے غلط ہے کہ طبیعات کی رو سے پکی عمارت جس کی پکی چھت ہو اس میں گونج پیدا نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے ترجمہ میں ہم نے گونج کی بجائے سرسراہٹ کا لفظ استعمال کیا ہے نیز جہر کی روایات غیر صحیح یا غیر صریح ہیں۔ حضرت سمرہ اور ابی کا آمین بالجهر کی بجائے سکتہ بیان کرنا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ خود حضرت وائل بن حجر سے بھی آمین نیچی آواز سے مروی ہے (ترمذی: ۲۴۸) اور حضرت وائل بن حجر نے جهری آمین کو صرف تعلیم پر محمول کیا ہے۔ پھر سرگوشی جتنا جہر اور رفع صوت تو احناف کے یہاں ویسے بھی سری نمازوں میں ہونا چاہئے نیز آمین دعا ہے اور دعا میں اخفاء افضل و اولیٰ ہے کیونکہ قرآن پاک کا حکم ہے کہ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (سورة اعراف: ۵۵) دعا مانگو اپنے رب سے تضرع اور اخفا کے ساتھ پس دعا میں جہر ترک افضل و خلاف اولیٰ ہے اگرچہ جہراً دعا جائز ہے۔ نبی کریم صلی الله علیه وسلم کا دعا میں جہر تعلیم امت کے لئے ہوتا تھا۔ لہذا آپ کے لئے فرض تھا۔ اگرچہ اس آیت کی رو سے بظاہر خلاف اولیٰ معلوم ہو۔ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی اخفائے آمین کا قول ملتا ہے۔ (طحاوی، الجامع الوضوی صفحہ۳۹۱) حضرت ابو ہریرہ (متوفی ۵۹ھ) فرماتے ہیں کہ ترک الناس التامین یعنی عام لوگ (صحابہ وتابعین) آمین بالجهر نہیں کہتے ہیں (ابن ماجه: ۸۵۳) جمہور صحابہ وتابعین کا مسلک آہستہ آمین کہنا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۔

خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض مغازیہ فلما انصرف جائت جاریۃ سوداء فقالت یارسول اللہ انی کنت نذرت ان ردک اللہ سالما ان اضرب فاضربی والا فلا فجعلت تضرب فدخل ابوبکر وھی تضرب ثم دخل علی وھی تضرب ثم دخل عثمان وھی تضرب ثم دخل عمر فالتقت الدف تحت استھا ثم فعدت علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطن لیخاف منک یاعمر

(جامع ترمذی:۳۶۹۰عن بریدہ قال حسن ،صحیح ، غریب، مشکوۃ صفحہ ۵۵۸)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض غزوات میں تشریف لے گئے واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام لڑکی حاضر ہوئی اور اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے منت مانی تھی کہ اللہ آپ کو صحیح وسالم واپس لائے تو میں آپ کے سامنے دف بجا کر غنا کروں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اگر تو نے منت مانی ہے تو دف بجا ورنہ نہیں اس نے دف بجانا شروع کی حضرت ابوبکر آئے وہ دف بجاتی رہی پھر حضرت علی آئے وہ دف بجاتی رہی پھر حضرت عثمان آئے وہ دف بجاتی رہی پھر حضرت عمر آئے تو اس نے دف اپنے نیچے چھپالی اوراوپر چڑھ کر بیٹھ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! بے شک ضرور شیطان تجھ سے ڈرتا ہے۔

نوٹ : پتہ چلا کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علی کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار

کے بغیر چین نہیں آتا تھا نیز اس سیاہ فام لڑکی کی محبت کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔
منت ماننا جائز ہے اور منت پوری کرنے کے لئے نبی، ولی کا قرب بھی منت میں طے کیا جا سکتا ہے۔ دف بجانا اور غنا کرنا جائز ہے مگر عام حالات میں بہتر نہیں کیونکہ ایسے موقع سے شیطان بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور لہو ولعب کے ذریعے یاد خدا سے غافل کرنے کی کوشش کرتا ہے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو نے نذر نہیں مانی تو پھر ایسا نہ کر۔ چونکہ گناہ کی منت پوری کرنا ممنوع ہے لہذا دف بجانا اور غنا کرنا فی نفسہ منع نہیں جائز ہے تاہم عام حالات میں خلاف اولی ہے۔
لڑکی حضرت عمرؓ کی شدت طبع سے ڈر گئی اور نبی کریم نے حضرت عمرؓ کی شدت طبع کی مناسبت سے شیطان کا ڈرنا بیان فرمایا نیز یہ بھی ظاہر ہوا کہ فاروقی مزاج سے قوالی مناسبت نہیں رکھتی اسی طرح عید کے دن ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے گھر دو لڑکیاں دف بجانے اور غنا کرنے میں مصروف تھیں، حضرت ابو بکرؓ نے آکر جھڑکا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ سے کپڑا ہٹا کر فرمایا ابو بکر انہیں کچھ نہ کہو کیونکہ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔ (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ ۱۲۶) عید وغیرہ کے علاوہ قوالی کا بہتر نہ ہونا ظاہر ہو رہا ہے ساتھ ہی صدیقی مزاج سے اس کی عدم مناسبت بھی ظاہر ہو رہی ہے اسی طرح ایک شادی (عرس) پر لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور شہدا اور صحابہ کی منقبت سنا رہی تھیں۔ بیچ میں ایک نے نعت شروع کی تو آپ نے روکا اور منقبت جاری رکھنے کو کہا (بخاری: ۵۱۴۷ ترمذی: ۱۰۹۰، مشکوۃ صفحہ ۲۷۱) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کی منقبت سے منہ موڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھیں تو اس سے آپ خوش نہیں ہوتے۔

نیز ممکن ہے کہ تواضع انکساری، عاجزی اور کسر نفسی کی بنا پر اپنی تعریف سے روکا ہو جیسے آپ کو سیدنا کہا گیا تو فرمایا کہ سید تو اللہ ہے (مشکوۃ صفحہ ۴۱۸) حالانکہ دیگر مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سید ہونا اور اپنے متفرق صحابہ واہل بیت کا سید ہونا بیان فرمایا ہے۔ عید، شادی منت کے علاوہ ہجرت کے موقع پر بھی دف بجی اور غنا ہوا۔ (ابن ماجہ:۱۸۹۹) یاد رہے کہ جو غنا فسق و فجور کی طرف لے جائے تو وہ حرام ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۔

عن السائب بن خلاد قال ان رجلا ام قوما فبصق فی القبلة ورسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ینظر فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لقومہٖ حین فرغ لا یصلی لکم فاراد بعد ذلک ان یصلی لھم فمنعوہ فاخبروا بقول رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لرسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال نعم وحسبت انہ قال انک قد اذیت اللّٰہ ورسولہ (مشکوۃ صفحہ۷۱)

ترجمہ : سائب بن خلاد کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک قوم کی امامت کی اور قبلہ رخ تھوکنے کا مرتکب ہوا اور رسول اللہ صلی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تھے پھر جب اس کی قوم فارغ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے پھر اس کے بعد وہ شخص انہیں نماز پڑھانے آیا تو انہوں نے اسے روکا اور حدیث پاک کی خبر دی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو آپ نے فرمایا ہاں اور میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا بے شک تو نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے۔

نوٹ : پتہ چلا کہ بے ادب کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ البتہ گنہ گار اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے۔ صلو اخلف کل برو فاجر (الجامع الرضوی صفحہ ۴۶۴) ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ تاہم ایسا گناہ گار امام جس سے قوم کراہت کرتی ہو اور وہ قوم پہ مسلط ہو تو اس کی اپنی نماز اس کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی (ترمذی، ابن ماجہ) اس باب میں تعلیمات کا خلاصہ یہ حدیث ہے کہ اجعلو ا ائمتکم خیار کم فانھم وفد کم فیما بینکم وبین ربکم (رواہ الدارقطنی والبیھقی عن ابن عمر مرفوعاً الجامع الرضوی صفحہ ۴۵۹) یعنی اپنے بہترین لوگوں کو امام بناؤ کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان وفد ہیں۔ اوپر حدیث میں آچکا ہے کہ کعبہ کی بے ادبی کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے دوسری حدیث میں ہے کہ مومن کامل کا احترام کعبہ سے بھی زائد ہے (ابن ماجہ، ترمذی) تو انبیاء و اولیاء کے بارے میں گستاخانہ زبان استعمال کرنے والوں کے پیچھے نماز پڑھنے کا فیصلہ ہر شخص اپنے اپنے ایمان سے پوچھ کر خود کرسکتا ہے۔

تبلیغی نصاب، فیض الباری

اور

توہین قرآن

از: محمد صفدر علی صابر

تبلیغی جماعت نے صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی گستاخی کر کے سمجھا کہ تبلیغی جماعت کے امیر کا مقام بلند ہوگا۔
خود علمائے دیوبند کا اعتراف حقیقت، ملاحظہ فرمانے کے لئے کتاب ہذا کا مطالعہ ضروری ہے۔
قرآن مقدس سے تبلیغی کا نصاب کا مقام زیادہ بتایا گیا، اور نماز و قرآن کی آیات مقدسہ کو بکواس سے تشبیہ دی۔
ایک دیوبندی مفتی کا فتوی تبلیغی نصاب کی ایک عبارت پر ملاحظہ فرمائیں۔

ہدیہ: 10 روپے

دارالسنية خانيوال

بہت جلد منظر عام پر

مناظرہ راولپنڈی

(کتابی صورت میں)

موضوع: گستاخ کون؟ | 21 جولائی 2004ء

مناظر اہل سنت:

علامہ مفتی محمد شوکت علی سیالوی صاحب (خانیوال)

معاون مناظر:

فیض غزالی زماں، مولانا الطاف حسین سعیدی صاحب (جہانیاں)

علامہ ابن علامہ غلام نصیر الدین سیالوی صاحب (سرگودھا)

مناظر اہل حدیث:

سید طالب الرحمٰن زیدی (راولپنڈی)

معاون مناظر:

مولانا شاکر صاحب، مولانا فلک نیاز صاحب

ترتیب

مولانا محمد شمس الحق قمر چشتی گولڑوی

حاشیہ

محمد صفدر علی صابر